

سکینہ حسین

یعنی
حضرت سبط اکبر جناب امام حسینؑ کی صاحبزادی حضرت
سکینہ کی زندگی کے سچے اور صحیح حالات و واقعات
مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب قسطنطنیہ دارالعلوم
جو ۱۸۹۵ء میں دہلی کے طبعی و فنی پرنٹنگ پریس میں شائع ہوئے
نئے اور اب بغیر کسی ترمیم کے ایک سالہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں

اہتمام
حکیم محمد سراج الحق نیچر و پرنٹر و پبلشر

۱۹۲۴ء میں
دہلی پریس لکچرنگ و پرنٹنگ پریس میں چھپ کے شائع ہوا
(کل حقوق محفوظ ہیں)

حسن ج ۱۱

حسن ج ۱۱

حسن ج ۱۱

یہ سہا ہی رسالہ جنوری ۱۹۸۷ء سے جاری ہو چکا ہے جو بے مضامین نظم و نثر دونوں قسم کے ہونے میں حصہ
نثرین سلمان فاتحان ہند کی مختصر تاریخ اور حصہ نمبر ۱۱ میں شاہ شہرا کی منتخب غزلیں اور شہر نظمیں قیمت سالانہ ۱۰ روپے
محصول ڈاک رو سے اس کی قیامی کے مطابق اور عوام سے فقط ۹ روپے کے واسطے ۲۰ روپے کے ٹکٹ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیے اور اس پر مندرجہ سب کچھ لکھ کر پتہ بنیگ خان لکھنؤ

کارخانہ وحل ریاحین لکھنؤ کا علی عطر

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں)
عطر کے لئے لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ کہیں مال کی روٹی کو روٹی
کے ساتھ ہے اور ان کے محل و فصل کا خیال نہ ان ہی غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے ملنے والے اور بے دیکھ خرید
پر مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو کو اور کبھی چار کو بھی دیتے ہیں یہ عام
انجمنیاء کی دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لئے معتبر اور مستند کارخانوں کے عطر
اعلیٰ درجے کے تیل و دیگر خاص طور پر بہت نام کر کے مل بخوبی جانے کے اور کفایت خرید کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا
بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ایک بار امتحان فرمائیے تو دیکھیں کہ ہمارے ذریعہ
سے انھیں کیا اچھا عطر اور کن دامنوں کو ملتا ہے۔

عطرون کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر خافقہ لکھنؤ	عطر باغی فیتولہ	عطر عروس فیتولہ	عطر مشک بری فیتولہ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

عطر شہناز لکھنؤ	عطر بیلہ لکھنؤ	عطر مشک لکھنؤ	عطر گل لکھنؤ
-----------------	----------------	---------------	--------------

اعلیٰ درجے کا خوشبودار آمیزہ خوردنی تنباکو

زرد تنباکو	قوام تنباکو	گولیان تنباکو	زعفرانی
------------	-------------	---------------	---------

نوٹ - درخواست آتی ہی دیوٹی ابل روانہ ہوگا بار دہ دھارت ڈاک ذمہ بردار۔

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق میٹر گداز کمپوزن بنگال لکھنؤ



حضرت سبط اصغر پیدانا امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ جو رباب بنت
 امرؤ القیس کے بطن سے پیدا ہوئیں آپ کی والدہ ماجدہ رباب شریف اور صاحب جمال ثمان
 عرب میں شمار کی جاتی تھیں جناب سکینہ کے نانا امرؤ القیس سرزمین عرب کے ان نامور اور
 بہادر عیسائیوں میں تھے جن کو اپنے حسب و نسب اور اپنے مذہب پر بہت بڑا ناز تھا۔
 جب تمام جریرہ نامائے عرب اسلام کے قبضے میں آگیا۔ اور عساکر خلافت مرقان عرب کا
 خاتمہ کر کے ایران و روم کی فوجوں کے مقابل میں صف آرا تھے۔ اور مختلف فتوحات نے
 قسمت روم کا حال بھی پیش بین اور عاقبت اندیش لوگوں کو بتا دیا تھا اس وقت خود
 بخود امرؤ القیس کے دل میں نور اسلام کی شاعین چمکیں اور ارادہ کیا کہ اپنے قدیم مذہب
 عیسوی کو چھوڑ کے پیغمبر آخر الزمان صلعم کے سچے اور برگزیدہ دین میں داخل ہوں۔
 جس وقت اس پاک الامام نے اُن کے دل پر حقیقت اسلام کا نقش ٹھایا ہر اس وقت
 امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت باسعادت تھی۔ اور درگاہِ عمری کا رعب
 سلاطین ارض کے ولوں کو لرزا رہا تھا۔ اگرچہ اس ہیبت و عیب نے اُن کے دل کو
 بھی کسی قدر پریشان کیا۔ مگر آخر عربی سادہ مزاجی نے رہبری کی اور خاندانی شجاعت
 نے دل مضبوط کیا۔ بے محلف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ کی راہ لی۔
 جس وقت خلافت راشدہ کے اُس پاک دار الخلافہ میں پہنچے اور
 حضرت فاروق کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت عمر کا سادہ دربار

گرم تھا۔ بہت سے لوگ اور عزیزین صحابہ بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے دونوں صاحبزادے یعنی جگر پارہائے سیدۃ النساءِ حسنین و حسین علیہما السلام بھی رونق افروز تھے۔ امیر القیس تمام لوگوں کے درمیان میں ہوتے ہوئے سیدھے جناب فاروق کے سامنے پہنچے اور کہہ کیا، "السلام علیک یا امیر المومنین" حضرت عمرؓ نے پوچھا، "کون!" کہا، "امیر القیس بن عدی کلبی، اتنا سنتے ہی حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا، "امیر المومنین آپ نہیں پہچانتے؟ یہی وہ شہسوار ہے جس نے جاہلیت میں معرکہ فلیح کے دن قبیلہ بکر پر پاخت کی تھی" حضرت عمرؓ نے پہچاننے کے بعد پوچھا، "اور بیان آئے کس غرض سے ہو؟" امیر القیس نے فوراً جواب دیا، "ایمان لانے اور مسلمان ہونے کو" جناب فاروق نے اُسی وقت کلمہ پڑھوا کر مسلمان کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک نیزہ منگوا کے اُس پر ایک پھریرہ آویزاں کیا۔ اور ان کے ہاتھ میں دے کے فرمایا، "جاؤ میں نے تم کو شام میں مسلمانانِ قبیلہ قضاغہ پر سردار مقرر کیا" امیر القیس اس شان سے اپنے کہ سر پر عظیم سلام لہرا رہا تھا اور ان کو اتنی جلدی اس شان اور رُستے پر دیکھ کر لوگوں کو حیرت ہو گئی بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سوا امیر القیس کے اور کسی کو یہ عزت نہیں حاصل ہوئی کہ ایمان لانے کے بعد قبل اسکے کہ ایک رکعت نماز بھی ادا کی ہو وہ مسلمانوں کے ایک گروہ پر سردار مقرر کر دیا گیا ہو۔

امیر القیس پلٹ کے چلے تھے اور ہنوز جناب فاروق کی صحبت سے باہر نہیں نکلے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں صاحبزادوں حسن و حسین کو لیے ہوئے اُٹھے بڑھ کے اُس نو مسلم شہسوار عرب کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا، "یاعمین علی ابن ابی طالب رسول اللہ صلعم کا چچا زاد بھائی اور داماد ہوں۔ اور یہ میرے دونوں بیٹے ہیں۔ جو غیر صلعم کی صاحبزادی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں ہم تینوں آرزو مند ہیں کہ ہمیں اپنی دامادی میں قبول کیجیے" امیر القیس نے یہ درخواست سنتے ہی قبول کر لی اور کہا

اے علیؑ میں اپنی بیٹی مجاہدہ تمہارے عقد میں دیتا ہوں۔ اور اے حسنؑ اپنی بیٹی
سکینہ تمہارے عقد میں ازلے حسینؑ میری بیٹی ربابؑ تمہارے لیے ہر الغرض صحت
میں یہ یتیموں کے عقد ہوئے۔ اور جناب فاروقؑ ہی کے عہد بابرکت میں ربابؑ کو
خاندان نبوتؐ کی بہو بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ ربابؑ نے جناب امام حسینؑ کے
ساتھ ایسے خلوص اور ایسی محبت کا اظہار کیا کہ اُن کے حسنِ جمال اُن کی عفت و پاکیزگی
اور اُن کی محبت و اخلاص نے جناب امام حسینؑ کو آپ کا فریفتہ اور آپ کے اوپر
انتہا سے زیادہ گرویدہ بنا دیا۔ پھر جب اُن کے بطن مبارک سے جناب سکینہؑ پیدا ہوئیں
تو سبط اصغرؑ کو اپنی عاشق بی بی ربابؑ اور پیاری بیٹی سکینہؑ کے ساتھ ایسی محبت
و اُلفت تھی جو عرب کی بادی زندگی کے اعتبار سے لوگوں کو غیر معمولی نظر آتی تھی۔
آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ بڑے بھائی جناب امام حسنؑ نے آپ کو ایک مرتبہ
الزام دیا اور عتاب آمیز کلمات استعمال کیے جن کو سن کے بجائے اس کے کہ
حضرت امام حسینؑ اپنی طبیعت پر چر کر پین۔ اور اپنی محبت والی بی بی اور پیاری
صاحبزادی کی محبت اپنے دل میں کم کرین آپ نے یہ تین شعر ارشاد فرمائے جو
صاف ظاہر کرتے ہیں کہ ربابؑ و سکینہؑ کی طرف سے دل کا پھیر لینا آپ کے اختیار سے باہر تھا
لَعْمُک انی لاجِبٌ داراً کمون بہا سکینہؑ والرباب
تیری جان کی قسم مجھ وہ گھر پسند ہے جس میں سکینہؑ اور ربابؑ ہوں۔
اُجھٹا و ابدل کل مائی ولیس لعاب عذی عتاب
دونوں سے مجھے محبت ہے اور اُن پر اپنا مال صرف کرتا ہوں اور اگر اس پر کوئی مجھے
الزام بھی دے تو میں پروا نہیں کرتا۔
و کُنتُ لہم و ان عتَبوا سَطِیعاً حیاتی او تغنی الشُّراب
تیسرا شعر صرف طبریؒ میں ہے اور باقی اشعار دیگر کتب میں بھی موجود ہیں۔

سے کام لین تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ آپ کو نہایت اعلیٰ درجے کی تعلیم دلائی گئی تھی۔ اور وہ بھی صرف دنیات کے ساتھ مختص نہ تھی بلکہ لٹریچر اور ادب اور اخلاقی ضرورتوں کے لحاظ سے بہت آزادانہ تعلیم تھی اس لیے کہ جس عہد میں آپ کا نام عرب کی باندھن سوسائٹیوں میں چمکا ہے اُس وقت آپ خاندان نبوت کی ایک وجہ العظم اور شائستہ خاتون ہی نہیں نظر آتی ہیں۔ بلکہ بذریعہ سنج لطیفہ گو نقشبندی کی موجود اور پیدائش کے علاوہ بہت بڑی اور اس پائے کی شاعرہ بھی ثابت ہوتی ہیں کہ وہ مشہور شعراء عرب جن کا مثل آج تک عربی نظم کو نہیں نصیب ہوا اپنی باہمی لٹریچری نزاع کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور اپنے کلام کو آپ کے سامنے پیش کرتے تھے۔

جناب امام حسینؑ ابھی زندہ تھے کہ دونوں صاحبزادیوں فاطمہ و سکینہؑ کو یوغ کو پہنچ چکی تھیں جناب سبط اکبر کے صاحبزادے حسن مثنیٰ ایک نغمہ نگار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور خواہش ظاہر کی کہ مجھے اپنی دامادی میں قبول فرمائیے۔ جناب سید الشہداء نے سنتے ہی فرمایا میں تمہاری جانب سے درخواست کا منتظر ہی تھا فوراً بھتیجے کا ہاتھ پکڑ کے گھر میں لے گئے۔ اور اپنی دونوں بیٹیوں فاطمہ و سکینہ کو لائے گئے گھر آکر دیا۔ اور فرمایا ان میں سے جس کے ساتھ کو تمہارا عقد کر دیا جائے۔ حسن نے جناب فاطمہ کو پسند کیا۔ اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ چچا کی اس شرعی اور اسدای سادگی پر سعادتمند بھتیجے نے شرماء کے سر جھکا لیا جس پر خوش ہوئے خود جناب سید الشہداء نے فرمایا تم کچھ نہیں کہتے تو اچھا میں تمہارے لیے اپنی بیٹی فاطمہ کو منتخب کرتا ہوں۔ اس لیے کہ یہ دونوں بہنوں میں اپنی دامادی سید النساء بہت زیادہ مشابہ ہیں یا یہ نکاح خواہ حسن مثنیٰ کے انتخاب سے ہوا ہو یا جناب امام حسین علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق مگر اس میں شک نہیں کہ عام لوگوں میں حیرت کی نگاہ سے

دکھا گیا۔ اس لڑکی جناب سکینہ کے حُسنِ جمال کا اس قدر شہرہ تھا کہ لوگ مشکل یقین کر سکتے تھے کہ کسی دوسری لڑکی کو آپ پر حُسن و جمال میں ترجیح دی جاسکے گی۔

مگر اس کے چند ہی روز بعد جناب امام حسن علیہ السلام کے دوسرے صاحبِ جزاء عبد اللہ کے ساتھ جن کی کنیت ابو بکر تھی جناب سکینہ کا عقد ہو گیا۔ لیکن افسوس کہ منوذر اس مبارک عقد کا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہوا تھا۔ اور کوئی اولاد نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ نعمتِ کربلا پیش آیا۔ اور جناب سکینہ کو مظلوم باپ کے ساتھ اپنے پیارے شوہر کی لاش بھی خاک

عہ مرثیہ گو یوں اور دیگر ذکرین مصائبِ اید الشہداء علیہ السلام نے غم و لوگوں کے ذہن نشین کر دیا۔ جو کہ واقعہ کربلا کے وقت جناب سکینہ بالکل بھولی اور نا سمجھ تھیں۔ مگر ذرا بھی تحقیق سے کام لیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امر بالکل بے بنیاد ہے۔ بچہ ہونا درکنار آپ جن وقت کربلا شریف لے گئی ہیں بالغ ہی نہیں بلکہ بیاہی ہوئی تھیں عبد اللہ بن حسن کی کنیت ابو بکر تھی آپ کے شوہر تھے۔ اور اپنے چچا اور خسر کے ساتھ اہل کوفہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

عہ آپ کی اس شادی کا حال آصفی کی روایت سے پوری طرح ثابت ہے اور ابو بکر عبد اللہ بن حسن کا میدان کربلا میں شہید ہونا تمام کتب تواریخ میں موجود ہے۔ اس بارے میں صاحبِ تاریخ التواریخ سے ایک ایسی موٹی غلطی ہو گئی ہے جو صرف یہی نہیں کہ شانِ تواریخ سے بعداً بلکہ یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ نسخہ التواریخ کی تالیف میں کس قدر بے احتیاطی سے کام لیا گیا ہے۔ جناب سکینہ کے حالات میں تو لکھ دیا ہے کہ آپ کے پہلے شوہر مصعب بن زبیر ہیں اور جب آپ کے عقد میں گئی ہیں اُس وقت وہ شیرہ تھیں۔ اور امام حسن علیہ السلام سے صاحبِ جزاء و ن کے بیان میں لکھتے ہیں کہ "پسر خیم امام حسن علیہ السلام عبد اللہ بن حسن است ابو الغنائم بن صفوی کہ از علماءِ نسابہ است" گوید کہ عبد اللہ کنی ابو بکر بود و در یوم طف (کربلا) بہ دست مردے از بنی عدی شہید شد۔ حسین علیہ السلام و خمر خویش سکینہ را از برائے او تزیین کرد۔

نہنوا پر چھوڑ کے شام اور تیزید بن معاویہ کے سامنے جانا پڑا اس موقع پر چکر
خراش سین دیکھ کے مسلمان جس قدر بیتاب ہوں زیبا ہے کہ سید الشہداء کا سر
تیزید کے سامنے رکھا ہے۔ وہ لکڑی سے آپ کے دندان مبارک کو گرہ لہا رہی خاتون
خاندان نبوت سامنے بلائی گئی ہیں جن میں سب آگے ٹھیکہ وفا طہ نے گردن
لمبی کر کے اپنے والد مرحوم کا سر اس حال میں دیکھا ہے اور ایک چنچ ماری ہے
لیکن تیزید کو بھی اب اپنی شرمناک غلطی پر تبتہ ہوا ہے۔ اور اُس نے مغذت خواہی
کے الفاظ میں کہا کہ "اگر میں معرکہ کر بلا میں ہوتا تو یہ نتیجہ نہ ظاہر ہونے پاتا۔ آخر میں
اُن مظلوم بی بیوں کی کسی قدر دل دہی کی بنیاد اسی کا نتیجہ ہے کہ جناب سیکنہ
میں واپس تشریف لانے کے بعد کبھی کبھی فرمایا کرتی تھیں کہ "میں نے تیزید سے اچھا
کوئی کافر نہیں دیکھا" آپ کا یہ جملہ بھی صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا مذاق سخی کننا پڑھا
ہوا تھا۔ اس جملے میں آپ نے تیزید کو سب سے بدتر شخص ظاہر کر کے ساتھ جس خوبصورتی
سے اچھا کہا ہے۔ اسی جاودہ بیا فی صفت جناب رسول خدا صلعم کے اس معجز قول سے ظاہر
ہوئی تھی کہ ان البغض الحلال عند اللہ الطلاق جس میں ایک ہی جملے میں آنحضرت نے
طلاق کے جواز کے ساتھ اُس کی اشد ترین بُرائیاں بھی ظاہر فرمادی تھیں۔

جناب سیکنہ اگرچہ بہت بڑی بذلہ سنج تھیں اور اپنے مذاق صحبت میں
ہمیشہ ہر دل عزیز بننے کی کوشش فرماتی تھیں۔ اور ہر شخص کے ساتھ نہایت ہی
اخلاق سے پیش آتی تھیں۔ مگر اُس کے ساتھ ہی ایسی فخر کا ناز اور خود داری کا خیال
اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ممکن نہ تھا کہ کسی صحبت میں کسی سے دب جائیں جناب سید الشہداء
علیہ السلام کی زندگی ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ مدینہ کی کسی صحبت تعزیت بن کر یہ تھیں
جہاں جناب عثمان ذوالنورین کی ایک صاحبزادی بھی موجود تھیں اتنا ہی صحبت
میں ذوالنورین کی بیٹی نے فخر و مباہات کے لہجے میں کہا میں شہید کی بیٹی ہوں "اگرچہ

بعد چند روز کے زمانے نے ثابت کر دیا کہ شہادت کے معاملے میں جناب سکینہ کے والد کو جو مرتبہ حاصل ہوا وہ بھی کسی سے کم نہ تھا۔ مگر اس وقت آپ اس امر کے ثابت کرنے کے لیے تیار نہ تھیں خاموش ہو رہیں۔ اتھوری دیر کے بعد جب قریب کی مسجد سے اذان کی آواز آئی آپ بے غل بے غل بیٹھیں اور جیسے ہی موزن نے کہا "اشھد ان محمدًا" سوالی اللہ فوراً آپ نے حضرت عثمان کی بیٹی سے دریافت کیا بھلا بتاؤ تو سہی یہ سیر دادا کا نام ہے یا تمھارے دادا کا؟ اس سوال پر شہر کے ذوالنورین کی بیٹی نے کہا "اب میں کبھی تمھارے سامنے کوئی فخر کا کلمہ زبان سے نہ نکالوں گی"

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نو اسی عائشہ بنت طلحہ (جو اس عہد کی نہایت ہی مشہور اور فیشن ایبل لیڈی تھیں۔ اور ذہین و ذکا طبعی و بذلہ سخی اور نیز حسن جمال میں جناب سکینہ کی پوری رقیب خیال کیجاتی تھیں) اور آخر میں مصعب بن زبیر کے عقد نکاح میں آنے کے بعد جناب سکینہ کی سوت بھی ہو گئی تھیں) ایک مرتبہ حج کے لیے مکہ گئیں۔ اور اس ٹھکانے سے کہ بارہ داری کے واسطے ساٹھ خیر مہراہ رکاب تھے۔ اتفاقاً اسی سال جناب سکینہ بھی حج کو گئی ہوئی تھیں جس وقت مکہ معظمہ کے قریب ان دونوں مشہور خاتونوں کی محفلوں کو اونٹ قریب ہی قریب لیجڑا جاتی تھے جناب عائشہ کے شتر بان نے اتر کے چڑی خوانی شروع کی اور یہ شعر گایا۔

عائش یا ذات البغال اللئین لائت ما عشت کذا تجبین
عائشہ! اے وہ خاتون جن کی سواری میں ساٹھ خیر ہیں۔ آپ جب تک زندہ رہیں اسی شان سے حج کیا کریں۔

اس شعر نے جناب سکینہ کے دل کو ایک صدمہ پہنچایا جس کے ساتھ ہی آپ کا شتر بان اتر پڑا اور اس نے بھی حدی کا نغمہ اس شعر میں بلند کیا۔
عائشہ ہذہ ضرگ تشکوک لولا ابوہا ما امتدی ابوک

عائشہ! دیکھو یہ تمہاری سوت ہیں۔ اور تمہاری شاکی ہیں اگر ان کے باپ (حضرت رسالت صلعم) نہ ہوتے تو تمہارے باپ (یعنی نانا جن سے مراد ابو بکر صدیق ہیں) ہدایت نہ پاتے۔

اس شعر کے سنتے ہی جناب عائشہ نے اپنے حُدی خوان کو غلاموں کو جانے کا حکم دیا۔ یہ تو صرف معمولی واقعات تھے جناب سکینہ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آخر تک اپنے اس فخر و وقار کو بڑی مستقل مزاجی اور حرأت سے ثابت کرتی رہیں۔ شہادت سید الشہداء اور عبداللہ بن زبیر کی قوت فرور ہو جانے کے بعد جب ہی امیہ دور دورہ تھا۔ اور قریب قریب دنیا اسلام کی تمام مسجدوں کے ممبرین پر جناب علی رضی کی شان میں سخت اور ناپاک کلمات استعمال کیے جاتے تھے۔ جناب سکینہ کا معجز تھا کہ ہر جمعہ کو اپنی لونڈیوں کو ہمراہ لے کے مسجد تشریف لیا کرتی تھیں۔ اور جہان والی مدینہ خالد بن ولید المللق بابن مطیر منبر پر جڑھتا تھا آپ نہایت ہی دلیری و تحمل بڑی کر سکتا تھا اس کے وہ بڑے کھڑی ہو جائیں اور وہ علی رضی کی شان میں گستاخان شروع کر دیتا اور دھڑا کر اپنی لونڈیوں سمیت اسے گالیوں دینا اور سخت دھست کہنا شروع کرتی تھیں۔

بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہو جاتا تھا کہ ابن مطیر بہ ہم ہو کے اپنے سپاہیوں اور غلاموں کو حکم دیتا کہ آپ کی لونڈیوں کو ماریں۔

مذکورہ بالا واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ قطع نظر خاندانی غیرت اور سببی حمیت کے آپ ضرورت کے اوقات میں اس اعلیٰ شجاعت و جرات فریدی سے بھی کام لے سکتی تھیں جو ایک حد تک ہر عربی نژاد خاتون کی رگ و پے میں موجود ہوتی آئی تھی۔ آپ کے دل کی مضبوطی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو رخصت ہو کر آئے آپ کے پیچھے ایک بڑا سا ٹھکانا آیا۔ جو روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اور آخر اس کا گوشت بڑھ کے آنکھ کے نیچے تک پھیل گیا۔ چونکہ آپ کو اپنے حسن و

جمال پر ناز تھا۔ اور بچا تھا۔ لہذا چہرے کی رخنائی و زیبائی میں فرق آجانے کے خیال سے ہر وقت آپ کے دل پر ایک صدمہ رہنے لگا۔ خادموں کا وہ کثیر تعداد گروہ جو آپ کے خوان کرم سے پرورش پا رہا تھا اُس میں ایک جراح بھی تھا جو اپنے فن میں اُس زمانے کے اعتبار سے بہت اچھی مشق رکھتا تھا۔ ایک دن آپ نے اُسے اپنے سامنے بلا کے ارشاد فرمایا "تم نہیں دیکھتے کہ اس مسکے کی وجہ سے میری کیا حالت ہو رہی ہے؟ اسکی کوئی تدبیر کرنی چاہیے" اُس نے دست بستہ عرض کیا "یا نبی رسول اللہ! میں علاج کرنے کو تو حاضر ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ آپ کو بڑی تکلیف ہوگی اس مسکے کے لیے جیسے عمل جراحی کی ضرورت ہو اُس کو برداشت کرنا نہایت شہدائے اسی آپ نے فرمایا "نہیں تم اس کا خیال نہ کرو۔ میں اچھی طرح برداشت کر لوں گی" الغرض اُس نے آپ کو لٹایا اور چہرے کی کھال بہت دھڑک کاٹ ڈالی پھر اُس کے نیچے سے کاٹ کاٹ کے تمام بد گوشت نکال دیا۔ یہاں تک کہ گوشت کے نیچے کی رگین صاف نظر آنے لگیں لیکن اتنا ہی عمل جراحی کافی نہ تھا اس لیے کہ مسکے کا کسی قدر حصہ انکھ کے نیچے تک پھیلا ہوا تھا تب اُس نے ایک طرف سے کاٹ کے آنکھ کا ڈھیلا اوپر اُبھارا۔ اور اُس کے نیچے سے جتنا بد گوشت تھا سب کاٹ کے پھر آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اور پٹی باندھ دی۔ اتنا بڑا عمل جراحی ہوا مگر آپ اُسی طرح خاموش لیٹی رہیں۔ اُن نے نہ کرنا و نہ کرنا پیشانی پر تسکین تک نہیں آئی۔

یہ ضبط و استقلال اگرچہ بجا ہے خود لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے مگر اُس دل کے لیے پھر بھی کم ہے جس پر ایسے ایسے صدمے گزر رہے ہوں جیسے کہ خباثت سکینہ کے دل پر گزر چکے تھے۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ دادا کا کام رمضان میں ابن طلحہ کے کاری اور بُز دلانہ وارے تمام کیا۔ اہل شام کی سازش سے چچا نے خاص اپنی بی بی کے ہاتھ سے جام فنا پیا پر بُز دل گوار بیٹوں بھتیجن اور

قریب قریب تمام رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ بھوکے پیاسے میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اور اُس میدان پر آپ نے اپنے عاشق ابنِ علم و شہر عبد اللہ ابوبکر کی لاش کے ساتھ اپنے گے اور آن جانے بھائی عبد اللہ بن حلیک کی لاش کو بھی پھر کتے دیکھا جن واقعات کا سین زندگی بھر ہر موقع پر آپ کے پیش نظر رہا ہو گا لیکن مصائب کا اب بھی خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ اس لیے کہ آپ کے دو میرے شوہر مصعب بن نمیر جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بے انتہا محبت تھی اہل شام کے ہاتھ سے شہید ہو داؤا۔ چچا بھائی۔ اور شوہروں کے اس مظلومی سے مارے جانے کے بعد صرف ان رہ گئی تھیں ان کا جو حال ہوا وہ بھی بیان ہو چکا کہ جب تک زندہ رہیں کبھی آرام سے نہیں بیٹھیں! اور اپنے شوہر اور بیٹے کی یاد میں گڑھ گڑھ کے چند روز بعد غمِ راہ فنا ہوئیں جس دل پر ایسے ایسے صدمات گزر گئے ہوں اُس کے لیے یہ کون بڑی بات ہو کہ ایک سخت عل جراحی کا متحمل ہو جائے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آپ نے اپنا دل محض اپنی زندہ دلی کی وجہ سے مختلف امور میں بہلائے رکھا مگر نہ کہ بالادقات کی یاد ہر وقت آپ کے دل پر نقش رہتی تھی۔

کسی موقع پر بعض اہل کوفہ تحیہ سلام ادا کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کو سامنے بلا کے ارشاد فرمایا: "اے اہل کوفہ خدا علیم و دانا ہے کہ میرا دل تمہاری طرف سے صاف نہیں ہے۔ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے میرے شوہر مصعب کی جان لی۔ اور جب یہ حال ہے تو پھر مجھ سے ملنے کیوں آئے ہو؟"

بہر حال آپ کے دل پر اکثر یہ صدمات قبضہ کیے رہتے تھے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے ان دنیاوی مصائب کو بیچ اور ناچیز خیال کیا اور اُس عالم جاودان کے اجر جمیل پر بھروسہ کر کے ہمیشہ اپنی

زندگی ایک بڑے لطف و اطمینان سے بسر کرتی رہیں۔ صرف اسی قدر نہیں کہ آپ صبر
کے خاموش بیٹھی رہیں۔ نہیں آپ نے اُس دنیاوی لطف کو بھی نہیں چھوڑا جو
مذہب اسلام نے حلال کیا ہے۔

اس موقع پر مجھے مختصراً ایک اصول اسلامی کے بیان کر دینے کی ضرورت
ہی۔ جس کے متعلق امتداد زمانہ سے اور نیز اسلام میں مختلف خیالات اور خصوصاً
اصول تصوف کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اصل یہ ہے
کہ جس طرح قدیم فلسفہ صرف خیالات تک محدود رہتا تھا۔ ہمیشہ دماغوں میں چکر
لکھا یا کرتا تھا۔ اور اس کے مسائل کو کچھ نہ کچھ تعلق افلاطون کے الہیات اور ذہنیات
سے ضرور رہا کرتا تھا۔ لیکن موجودہ فلسفہ نے دنیا میں پیدا ہونے کے اُن قدیم خیالات
کو اُڑا دیا۔ اور ایسے مسائل پیش کیے جو دنیا کے پیدا ہونے کی ضرورت اور دنیا
چیزوں کے مفید اور بکا آمد ہونے سے بحث کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام
قدیم مذاہب کا پہلا اصول یہ تھا کہ دنیا چھوڑنے کے لیے ہے۔ نہایت ناپاک
چیز ہے۔ انسان جس قدر اُس سے علیحدہ رہے۔ اچھا اور جتنا اُس سے تعلق رکھے
اُسی قدر بُرا ہے۔ لہذا اسے چھوڑو اور جوگ اختیار کر کے کسی ایسے مقام پر جا بیٹھو
جہاں تک دنیا داروں کی نہ ہر ملی ہو ابھی نہ پہنچ سکتی ہو۔ اسلام نے دنیا میں
آئے اس اصول کو بالکل بدل دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ دنیا کو خدا نے بیکار
نہیں پیدا کیا ہے۔ اُسے جہاں تک ہو سکے۔ بہ تو۔ خدا نے جو نعمتیں پیدا کی ہیں اُن
سے لطف اُٹھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔ دنیا کا چھوڑ دینا عقلاً کمزوری اور مذہباً
خدا کی ناشکری ہے۔ یا آج کل فلسفیانہ زبان میں یوں کہا جائے کہ تخلیق عالم
سے جو اللہ جل شانہ کا منشا ہے اُس کے خلاف جانا ہے جس وقت تک صحابہ کا
زمانہ تھا اور سیدھی سادی شریعت اسلامیہ اُسی دھڑے پر چلی جا رہی تھی جس پر

کہ اللہ جل شانہ نے اُس کو چلایا تھا وہ قدیم اور اصلی اصول ہر شخص کے ذہن نشین تھے۔ اور کوئی نہ تھا جو خدا کی پیدا کی ہوئی لذتوں سے جائز اور معتدل طریقے سے لطف نہ اٹھاتا ہو۔ لیکن جب اسلام کی زبان میں فلسفہ یونان کی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ اور افلاطون و ارسطو کے خیالات اسلامی طلبہ کے دماغوں میں آئے تو مسلمانوں میں بھی بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کے خیالات اسلام کی ضروری تعلیموں کا منشا نہ سمجھ سکے۔ اور اُن کے عقائد میں بھی اُسی قسم کی اپنی جگہ گہین جن کو قدیم اصول جوگ اور ترک دنیا سے تعلق تھا۔

اب اس خیال کے ظاہر کرنے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جناب مسکینہ اُس مبارک اور سادگی کے عہد میں تھیں جبکہ اسلام کی تعلیمیں بے غل و غش تھیں۔ آپ کو کوئی وجہ نہ تھی کہ اُن دنیاوی لذتوں اور راحتوں کو چھوڑ دیں جن کو اسلام نے حلال کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے ہم پاتے ہیں کہ آپ بڑی بذلیہ بخ اور لطیفہ گو تھیں شرفائے عرب کی عورتوں کی سوسائٹی میں آپ جب تک نہ ہوں مرزہ نہ آتا تھا۔ آپ کے بہت سے لطیفے کتب تواریخ میں بیان کیے گئے ہیں جن میں سے اکثر ایسے ہیں جن کو زیادہ تر تعلق عربی زبان سے ہے اور اُن کے ترجمے میں مرزہ نہیں آ سکتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کا ایک خادم کو توال شہر مدینہ کے پاس گیا۔ اور آپ کی طرف سے یہ شکایت پیش کی کہ چارے بیان ایک شامی (یہ یاد رہے کہ اُن دنوں چوہہ مکہ اہل شام پر جناب معاویہ کا زیادہ اثر تھا لہذا شامی لوگ عموماً دشمن اہل بیت تھے۔ اور جو نہ تھے وہ بھی ایسے ہی سمجھے جاتے تھے) آگیا ہے کوئی تو والی کا جوان بھیجو کہ اُس سے چھپا چھوٹے۔ یہ سنتے ہی کو توال ادب کے لحاظ سے کچھ لوگ ہمراہ لے کے خود

آپ کے دو دوازے پر حاضر ہوا۔ وہ دروازے پر کھڑا اجازت باربانی کا منتظر تھا کہ ناگمان دروازہ کھلا اور ایک مجھرا اندر سے اُڑ کے اُس کے سامنے سے ہوتا ہوا چلا گیا۔ جس کو ساتھ ہی آپ کے دروازے میں پہنچایا۔ یہی شامی تھا جس نے ہمیں تیار رکھا تھا۔ کو تو ال اور اُس کے ہمراہی اس لطیفے پر بے انتہا ہنسے اور ہنستے ہوئے واپس گئے۔

الغرض آپ جیسی پاکدامن پارسا اور نیکابی بی یقین ویسی ہی زندہ دل اور بذلہ سنج بھی تھیں۔ مغز زین قریش آپ کی صحبت کو اپنا خضر سمجھتے تھے۔ اور مشہور شعراء عرب آپ کی محفل میں جمع ہوتے تھے۔ خود بھی ایسی طبع رسا رکھتی تھیں کہ اپنے عہد کی سب سے بڑی شاعرہ تسلیم کی گئی ہیں۔ قطع نظر اس کے عرب کے فیشن اور وضع پر آپ کا سب سے زیادہ اثر پڑنا تھا۔

آپ ایسا خوبصورت اور بانکا جوڑا باندھتی تھیں جس سے اچھا جوڑا باندھنا کسی خاتون عرب کو نہ آتا تھا۔ آپ کی اختراع کے بعد اُس جوڑے کا عرب میں یہاں تک رواج ہوا کہ سب سے کمینہ جوڑا عورتیں تو عورتیں بعض میں چلے اور نوجوان مرد بھی باندھنے لگے تھے۔ اور یکایک اُس کار رواج یہاں تک بڑھنے لگا کہ عمر بن عبدالعزیز کو جو تمام خلفاء اسلام میں ملاؤں اور خشک مزاج نہ اہد دن کی شان رکھتا تھا اس کے روکنے کے لیے اپنی شاہی قوت سے کام لینا پڑا۔ وہ ہاتھ میں دُور

لیے پھرتا۔ اور جس مرد کے سر پر جبہ سکینہ دیکھتا دُور سے لگاتا۔ اور کبھی کبھی سر منڈوا دیتا۔ قطع نظر اس بات کے کہ اس وضع داری کے حسن و جمال میں بھی آپ اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں۔ جو آ عائشہ بنت طلحہ کے تمام زمانہ قریش میں بلکہ سارے عرب کی خاتونوں میں کوئی ایسی عورت نہ تھی جو دلربائی و عنائی میں آپ کا

مقابلہ کر سکتی ہو۔ خود عائشہ بنت طلحہؓ میں اور آپؐ میں ایک مرتبہ اس امر پر بحث ہوئی کہ کون زیادہ حسین و خوبرو ہے۔ یہ دونوں خاتونیں اپنے حسن و جمال کے سامنے تمام عورتوں کو بیچ سمجھتی تھیں۔ آخر دونوں نے عمر بن ربیعہ کو حکم فرما دیا۔ جس نے فیصلہ کیا کہ عائشہ زیادہ جمیل ہیں۔ اور جناب سکینہؓ زیادہ طبع۔ اس فیصلے کو خود جناب سکینہؓ نے بہت پسند فرمایا۔ اور کہا حقیقت میں تم نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ اور بے شک اس فیصلے پر آپؐ جس قدر ناز کرتی رہا تھا۔ اس لیے کہ خود آپؐ دادار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس نوعیت کے حسن پر ناز تھا چنانچہ فرمایا ہے کہ "انا طبع و اخي يوسف جميل" یعنی (میرے حسن میں ہمک ہے اور بھائی یوسف علیہ السلام کا حسن صبیح تھا)

بھی امور تھے جن کی وجہ سے عرب کے ہر شریف سے شریف شخص اور دولت مند سے دولت مند نہیں کوئی تمنا تھی کہ آپؐ کو اپنے عقد نکاح میں لائے۔ تھوڑے ہی تھے جن کو یہ عزت حاصل ہوئی۔ ورنہ عموماً لوگ اسی حسرت میں رہے کہ میں اس موقع پر اپنے مغرور اور مدعی شرافت ہم وطنوں سے یہ کہنے کی اجازت مانگتا ہوں کہ اُن دنوں اور اسلام کے اُس سادے اور اصلی دور میں بیوہ کا نکاح کلنگ کا ٹیکانہ تھا۔ چنانچہ خود جناب سکینہؓ کے متعدد نکاح ہوئے۔

آپؐ کا پہلا عقد تو جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اپنے نوجوان ابن عم عبداللہ بن حسن سے ہوا۔ جو چچا یا خسر کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ کے بھائی جناب علی بن حسینؓ یعنی امام زین العابدین علیہ السلام نے آپؐ کو ایک لاکھ درہم کے مہر پر زبیر بن عوام کے بیٹے مصعب کے عقد میں دیا۔ اور مصعب اس خوش قسمتی پر اس درجہ مسرور ہوئے تھے کہ

چالیس ہزار دینار لاکے جناب امام سجاد کے نذر کیے مصعب کو آپ سے ڈانٹتا
محبت تھی اس زمانے میں عبداللہ بن زبیر نے خاص مکہ معظمہ میں علم خلافت بلند
کیا تھا اور قریب تھا کہ بنی امیہ کی قوت ٹوٹ جائے عبداللہ بن زبیر کے دوسرے بھائی
عروہ بن زبیر بالکل مذہبی آدمی تھے ان کو حکمرانی اور فوج کشی کے معاملات میں نہ
دلچسپی تھی اور نہ ایسے کاموں کا چندان سلیقہ تھا۔ لہذا انھوں نے مصعب بن زبیر کو
اپنی طرف سے بھرتی کا دالی مقرر کیا تھا۔ جہاں مصعب کاح کر کے جناب سکینہ کو
بھی لے گئے جب عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر ہوئی تو انھوں نے تہدید کے طریقے سے
لکھ بھیجا کہ فوج کے لوگ بھوکوں مر رہے ہیں اور تم ایک لاکھ دینار مہر میں دے ہو
مصعب نے اس کا خیال بھی نہ کیا لیکن آخر کو جب عبدالملک بن مروان کی طرف
سے اسکا بھائی زبردست فوجیں لے کے آ پہنچا۔ اور عبداللہ بن زبیر نے مصعب
اپنی طرف سے پہ سالار مقرر کر کے روانگی کا حکم دیا تو مصعب نے چار دنا چار نازا فرین
بی بی کو رخصت کیا۔ اور فوج لے کے آگے روانہ ہوئے۔ تاریخ عرب میں یہ لڑائی بھی
نہایت اہم اور سخت گزری ہے۔ اور منجملہ ان عظیم الشان قسمت پلٹ دینے والی
لڑائیوں کے شمار کی جاتی ہے۔ جنھوں نے بڑی بڑی شاہنشاہیوں کا فیصلہ
فائز کر دیا ہے مصعب بڑے نر و آزما اور مشہور مرد میدان تھے تین دن تک اس
جرات و شجاعت سے لڑے کہ زوال کی جھلک بنی امیہ کی طرف نظر آ جاتی تھی۔
مگر چونکہ دن میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اور ابن زبیر کی
فوجوں کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے ساتھ ہی عبداللہ بن زبیر کا زوال
شروع ہو گیا۔ اور چند ہی روز بعد وہ خود بھی مکہ معظمہ میں گھر کے حرم محترم کی
حدود کے اندر شہید ہوئے۔

جناب سکینہ کو اپنے جان نثار شوہر کے مارے جانے کا نہایت ہی

صد مہ ہوا۔ اور دل پر ایسی چوٹ لگی کہ مدتوں دل ہی دل میں آہ کرتی رہی۔
مصعب کی آپ کے بطن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی جس کا نام آپ نے خود اپنی
مان کی یادگار میں رباب رکھا۔ یہ لڑکی نہایت ہی خوبصورت تھی چنانچہ اکبر علیہ السلام
ابن سلام صحابی کی بیٹی سجدہ کے اور بیٹی کے درمیان میں جناب سکینہ کی رباب
سے شرفیاب ہوئیں تو آپ کی گود میں آپ کی نکھی بھی رباب بھی تھی جناب سکینہ نے
سعیدہ کو گود کھول کے اپنی صاحبزادی دکھائی جو گنے اور موتوں سے لڑی ہوئی
تھی اور فرمایا: میں نے یہ زیور اس لیے نہیں پھایا ہے کہ میری بچی کی رونق و بالا ہو بلکہ
اس لیے کہ اسکے حسن و جمال کے سامنے زیور کو ذلیل و سرخ ثابت کروں۔ مصعب کے اس
جانے کے بعد عروہ بن زبیر اس لڑکی کے کفیل ہوئے جنھوں نے نابالغی ہی میں اس کا
عقد اپنے بیٹے عثمان کے ساتھ کر دیا۔ مگر اتفاقاً رباب نے بچپن ہی میں اپنی مان کے
دل کو ایک نیا داغ دیا۔ اور دنیا سے رخصت ہو گئی جس کے ترکے میں عثمان
ابن عروہ کو دس ہزار دینار ملے۔

مصعب کے بعد نبی امیہ میں سے عبداللہ بن مروان نے جناب سکینہ
کے لیے پیام دیا۔ مگر ابھی تک آپ کی والدہ رباب زندہ تھیں جنھوں نے اس پیام کا
حال سننے ہی بڑے کے کہا: خدا کی قسم میں اپنی بیٹی اس شخص کو ہرگز نہ دوں گی
میں نے سیرے بھیجے (یعنی مصعب بن زبیر) کو قتل کیا ہے۔
مصعب کے مارے جانے کے بعد عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے ابراہیم
نے بھی پیام دیا کہ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا۔ تمھاری حاکم اب اس حد کو پہنچ گئی
کہ سکینہ بنت حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کو عقد کاح میں لینے کا حوصلہ
کرتے ہو؟ ابراہیم جواب میں کہ نظام ہر تو خاموش ہو رہے۔ گلاب بجاتے اس
کے اندرونی سازش سے مطلب برآری کی کوشش شمرع کی اور جناب

سکینہ کی خاص لڑائی بنانہ کو جسے آپ کے مزاج میں بہت درخور تھا گانتھ لیا۔
 بنانہ غالباً کئی مرتبہ کہنے اور انکار ہی جواب پا کے عاجز آچکی تھی کہ ایک دن اس
 نے اس زور سے ٹھنڈی سانس لی کہ معلوم ہوا گویا بخارات اندرونی سینہ نکلنے
 کے نکل جائیں گے جناب سکینہ نے حیرت سے پوچھا "بنانہ! کیوں بالونڈی نے عرض
 کیا، بنت رسول اللہ (صلعم) مدت سے گھر میں کسی قسم کی دھوم دھام اور چل پھل نہیں
 دیکھی، آپ اس کا مطلب سمجھ گئیں؟ فوراً ایک غلام کو بلا کے ابراہیم کے پاس بھیجا اور کہا
 بھیجا میری راسے بدل گئی، اب اس بارے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے جس سے پہلے
 میں نے انکار کیا تھا۔ رسول اللہ (صلعم) کے تمام ناہالی رشتہ داروں کو جمع کر کے
 لاؤ، ابراہیم یہ خبر سنتے ہی مارے خوشی کے جامے سے باہر ہو گئے اور قبیلہ بنی
 زہرہ کے سترائیں آدمی جمع کر کے علی بن حسین اور حسن بن حسن کے پاس آدمی بھیجا
 کہ آپ لوگ سکینہ کے رخصت کرنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ جب قریش اور بنی فاطمہ
 کو یہ خبر ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور برہم ہو کے آپس میں کہا "اس لڑکی
 کی اب یہ حالت ہو گئی کہ ابراہیم بن عبد اللہ بن عوف سے نکاح کرنی چاہیے" ان حضرات
 تمام بنی ہاشم جمع ہوئے۔ اور سب نے باہم قرار داد کر لی کہ ہر شخص اتھو میں ایک لڑکی
 ضرور لیتا جاوے۔ شادی کا دن آگیا اور دونوں طرف سے بنی زہرہ و بنی ہاشم
 آ کے گھر پر جمع ہوئے سب مرتب ہوئے ہو چکے اور صرف ایک نکاح خوانی رہ گئی
 تھی کہ یکایک بنی زہرہ و بنی ہاشم میں لڑکی چلنے لگی اور ایسا سخت ہنگامہ ہوا کہ تھوڑی
 ہی دیر میں ایک سو سے زیادہ آدمیوں کے سر بھٹ گئے۔ لڑنے بھڑنے کے بعد بنی ہاشم نے
 دریافت کیا کہ سکینہ کہاں ہیں؟ "لوگوں نے بتایا کہ اس گھر میں" تہ پانچویں سالہ لڑکی
 اور کہا "تھوڑی خود مختاریاں اب اس حد تک پہنچ گئیں اس کے بعد بنی ہاشم نے
 چاروں طرف سے چادرین پکڑ کے ایک ڈونٹی کی قطع سے گھسیٹا لیا اور

جناب سکینہ کو اُس کے اندر رے کے کھلے چلے گئے۔ آپ کی لونڈی بنانہ اس کو پیچے میں ساتھ ساتھ تھی۔ راستے میں آپ نے اُس کی طرف دیکھ کے فرمایا: "دھوم دھام اور چہل پہل دیکھی؟" لونڈی نے ایک دفعہ جو تک کے عرض کیا: "ہاں بی بی دیکھی۔ مگر خدا کی قسم بہت سخت تھی!" اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم کے نکاح پر رضامندی ظاہر کرنا محض بنانہ اور ابراہیم کو سبق دینے کی غرض سے آپ کا ایک نتیجہ خیز مذاق تھا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ جھگڑا اتنے ہی پر نہیں تمام ہو گیا۔ بلکہ ابراہیم نے نبی ہاشم کی مخالفت میں ہشام بن اسمعیل کے سامنے جو والی مدینہ تھا داد و خواہی کی ہشام نے پوری رو داد سن کر جناب سکینہ کو اختیار دیا کہ وہ نکاح میں آنا چاہیں تو کسی کو روکنے کا حق نہیں۔ مگر اب خود جناب سکینہ نے انکار کر دیا۔ آپ کو تو صرف یہ بتانا تھا کہ اس نکاح سے کیسے ہنگامے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ خواجھی طرح نظر آ گیا۔ ورنہ اُن کے عقد میں جانا خود آپ کو بھی نہیں منظور تھا۔

تیسرے نکاح آپ کا عبداللہ بن عثمان خزاعی سے ہوا۔ مگر اس عقد کے مفصل حالات کا پتہ نہیں لگتا۔ اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اُن سے کیوں گرفتار ہوئی غالباً انھوں نے دنیا سے فانی کو رخصت کیا ہو گا کہ چند ہی روز بعد آپ کا عقد نکاح زید بن عمر بن عثمان بن عفان کے ساتھ ہو گیا۔ جو نہایت ہی حسین و خوبرونو جوانان قریش میں شمار کیے جاتے تھے اور بہت سی عورتیں خود اُن کے عقد نکاح میں جانے لگی امیدوار و آرزو مند تھیں۔ مگر اس کے ساتھ خرابی کیا تھی کہ باوجودیکہ خدا نے بہت کچھ مال و دولت سے بہرہ یاب کیا تھا۔ مگر انتہا درجے کے بخیل تھے۔ چنانچہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ آپ کو ہمراہ لے کے بارادہ حج مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ لیکن کفایت شعاری کی نظر سے نظیم مرغیان اندر سے مینوہ جات۔ الغرض جتنی چیز دن کی ضرورت ہو سکتی ہے سب ساتھ لے لی کہ

راستے میں ہنگی ملین گی جناب سکینہ کا با مذاق غلام شعب بھی ہمراہ تھا۔ جسے زید تو کیا لے جاتے مگر خود سیدہ سکینہ نے سودیاد بطور زادا راہ دے کے ساتھ چلنے کا حکم دیدیا تھا۔ زید جب مدینے سے چل کے مقام سیالہ پر پہنچے تو دسترخوان بچھا اور کھانا سامنے لا کے رکھا گیا۔ اتفاقاً عین اس موقع پر بعض جوانان انصار آ پہنچے سلام کیا۔ اور پاس بیٹھ گئے۔ زید ڈرے کہ اب انہیں بھی کھانا پڑے گا۔ بس یکایک زور سے "افوہ!" کہہ کے کولہ پکڑ لیا۔ اور حکم دیا کہ "کھانا لے جاؤ۔ اور سونکھنے کو گرم پانی لاؤ۔" جب تک وہ لوگ بیٹھے رہے۔ زید اپنا کولہ اسکو اتارے رہے۔ اور اُس روز قاف ہی سے رہ گئے۔ دوسرے دن بھی یہی اتفاق پیش آیا کہ کھانا منگو کے سامنے رکھا ہی تھا کہ چند جوانان قریش آپرے پھر وہی کولے کا درد شروع ہو گیا۔ لیکن آج صبر نہ ہو سکا۔ قریشیوں کے جانے کے بعد پھر کھانا منگوایا۔ مگر اب وہ بالکل ٹھنڈا تھا۔ ہو چکا تھا۔ اور اشعب جو ساتھ کھانے والوں میں تھا اُس کا بھوک کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ زید نے مرغی کو جو سامنے لا کے رکھی گئی تھی بالکل مردہ پا کے اشعب کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ "کوئی ترکیب ہے کہ یہ گرم ہو سکے؟" جس پر چٹھ کے اشعب نے کہا "مگر مجھے یہ تو بتائیے کہ کیا یہ آپ کی مرغی فرعون کی اولاد میں ہے کہ اس پر زور صبح و شام آگ کا عذاب ہوتا ہے؟"

الغرض ایسے بزرگ تھے جن کے عقد نکاح میں جناب سکینہ آئیں جو انتہا درجے کی فیاض اور سیر دل تھیں تاہم چونکہ اُن کے مزاج سے واقف تھیں نکاح کرتے وقت یہ شرطیں کر لی تھیں کہ "زید آپ کے سوا اور کسی بی بی کے پاس جا کے نہ رہیں گے۔ آپ کو کسی کام سے نہ روکین گے۔ اور آپ کا جہان جی چاہے کار میں لے گی۔ اور آپ جہان فرمائیں اُن کا فرض ہو گا کہ آپ کو وہیں رکھیں اور کبھی کسی امر میں آپ کی مخالفت نہ کریں گے۔" نکاح کے بعد ابتداً تو جناب سکینہ

نے خواہ محبت کا امتحان لینے کے لیے یا اُن کا غرور توڑنے کے خیال سے اُن کو بہت دوڑایا۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپ نے کہا: مجھے کئے لے چلو۔ وہ لے کے روانہ ہوئے۔ دو ہی تین منزلیں طے ہوئی تھیں کہ آپ نے فرمایا: ہمیں مہینے چلو۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ واپسی ہی کے دن آپ نے باز سے فرمایا کہ ہمیں مین مذہبہ چلون گی اور وہ پھر لے کے روانہ ہوئے۔ مگر اُن کو بھی ایسی محبت تھی کہ کبھی کسی حکم سے انحراف نہیں کیا۔ جو ارشاد ہوا فوراً بجالائے۔ بلکہ اُن کی اطاعت بعض معاملات میں ایسی تھی کہ سُن کے حیرت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بڑے ذلیل واقعہ اگرچہ زیادہ طولانی ہے مگر زید کے خلوص محبت کے اظہار کے لیے اُس کا نقل کرنا بے موقع نہ ہوگا۔

جن دنوں رشید نے اپنے بھائی ابراہیم بن مہدی کو والی دمشق مقرر کیا ہے اور اُس نے بغداد سے دمشق کی راہ لی ہے۔ شعیب بن اشعب یعنی جناب سکینہ کے غلام اشعب کا بیٹا اُس کے ہمراہ رکاب تھا۔ راستے میں ایک مقام پر ابراہیم کو سردی معلوم ہوئی آگ جلوا کے تاپنے لگا۔ اور شعیب سے پوچھا: "میں نے میں تمہارا کوئی عزیز ہے؟" شعیب نے کہا: "وہاں میرے بہت عزیز ہیں" پوچھا: "دس بارہ؟" شعیب نے متانت کی صورت بنا کے کہا: "جی نہیں بہت ہیں" ابراہیم نے کہا: "بیس؟" شعیب نے اُسی سنجیدگی سے کہا: "خود نہ دہائی ان کیا معنی آپ سیکڑوں کو بھی چھوڑ دیجیے۔ میرے عزیزوں کا شمار وہاں ہزاروں میں ہے" ابراہیم نے تعجب سے کہا: "ہزاروں؟ عرب میں آئے تمہاری صرف ایک پشت گزری۔ تمہارے باوجود عجی الاصل غلام تھے۔ پھر اتنے عزیز کیونکر پیدا ہو گئے؟" شعیب نے کہا: "اس کا بڑا قصہ ہے۔ اجازت ہو تو عرض کروں" ابراہیم نے اجازت دی اور شعیب نے بیان کرنا شروع کیا کہ: —

”جن دنوں زید بن عمرو بن عثمان بن عفان نے سکینہ بنت حسین کو اپنے عقد نکاح میں لیا ہے اُن دنوں میرے والد جناب سکینہ کی خدمات بجالاتے تھے اور اُس خاتون رسالت کے موردِ رعایت تھے۔ اتفاقاً اُسی زمانے میں سلیمان بن عبدالمک نے تخت نشین ہونے کے بعد پہلا سفر حج کیا۔ زید نے آگے جناب سکینہ کی خدمت میں عرض کیا کہ خلیفہ کا یہ پہلا سفر ہے۔ میرا جانا اور شریک ہونا ضروری و لازمی ہے۔ جناب سکینہ نے اُن کو سفر حج کی اجازت و دیدی گواہی دینے سے کہ اشعوب بھی اُن کے ساتھ رہیں۔ اور جناب سکینہ کے جاسوس کی حیثیت سے اُن کی گولی کرتے رہیں۔ اور مقام عرج میں جانے سے روکیں جہاں نہت کا مقتل تھا اور جہاں اُن کے گلے اور اُن کی لوندیاں راکھ کر تی تھیں۔ زید نے اس شرط کو منظور کیا اور اشعوب کو ہمراہ لے کے مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور پورے ٹھاٹھ سے اس نے اپنا نہایت عمدہ گھوڑا قیمتی زین خاص بھاری درباری لباس یاد و گران بہا عطر جن چیزوں کو وہ اُسی دن اور اُسی موقع پر کام میں لاتے تھے۔ جب خلیفہ یا اُسی پائے کے کسی شخص سے ملنا ہو سب کو لے کے چلے گئے۔ پھر پہنچ کر پہنچ کے سلیمان سے ملے۔ انعام و اکرام سے بہرہ یاب ہوئے۔ حج کیا۔ اور مدینہ کو واپس چلے۔ راستے میں جب بنی عامر بن صعصعہ کے چٹے پر پہنچے جہاں سے مقام عرج قریب تھا۔ تو اشعوب کو سامنے بلا کے جار سو دینار کی پھیلی اُن کے ہاتھ میں رکھ دی اور کہا سنو! عرج یہاں سے صرف چند میل ہے۔ تم اگر خاموش رہنے کا وعدہ کرو اور جناب سکینہ کی خدمت میں بخلی نہ کھاؤ تو یہ روپیہ تمہارا ہے۔ مگر شرط یہ کہ تم جناب سکینہ کے سامنے قسم کھا کے کہ دو کہ میں عسرج نہیں گیا تھا۔ اشعوب نے لالچ میں آ کے اچھوٹی قسم کھانے کا وعدہ کر لیا۔ اور یہ بات

قرار پائی کہ اشعب ایک دن اور ایک رات یہیں ٹھہرے رہیں۔ اور تمام مل
 و اسباب کی حفاظت کرتے رہیں اس لئے زمانے میں زید اپنے مقطعہ میں جا کے
 اور لونڈیوں سے مل کے واپس آجائیں گے۔ ہر تقدیر زید نے سب چیزیں
 اور اپنا وہ شانہ سامان سب اشعب کے سپرد کیا۔ اور عرج کی راہ لی۔
 اور اشعب اکیلے کھڑے ہو کے اس چٹے کی سیر کرنے لگے جس کے کنارے
 فروکش تھے۔ زید نے شاید ابھی نصف میل مسافت بھی نہ طے کی ہو گی کہ کایک
 دو خوبصورت لڑکیاں مشکیزے لیے ہوئے چٹے کے کنارے آئیں۔
 مشکیزے پانی میں ڈال دیے۔ اور خود بھی کپڑے اتار اتار کے پانی میں
 کود پڑیں۔ اور باہم چھینٹن اڑانے اور کھیلنے لگیں۔ اُن کی خوبصورتی اور
 اس بے تکلفانہ دلچسپی نے اشعب کے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ جب وہ باہر گئے
 اور کپڑے پہن کے کھڑی ہوئیں تو آپ قریب گئے۔ اور اُن کا حال پوچھا۔ انھوں نے
 بتایا کہ بنی عامر کے مرد تو کسی کام کو باہر گئے ہوئے ہیں۔ اور عورتیں یہاں سے
 قریب ہی اُتری ہوئی ہیں۔ ہم کو اُن کی لونڈی ہونے کی عزت چاہی ہے۔ یہ
 سادگی کا جواب اُن کے آپ کی حیرت اور بڑبھائی اور پوچھا بھلا تھا کہ
 یہاں کی عورتیں اُس شریف عرب کی صحبت کو پسند کریں گی جو مذہب شائستہ اور
 بزرگوار ہو۔ اور آداب صحبت سے خوب واقف ہو؟ لونڈیوں نے پوچھا۔ وہ کو
 شخص ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں ہی ہوں جو سامنے کھڑا ہوں؟ لونڈیوں
 نے کہا اچھا چلو۔ اتنا سنتے ہی آپ کی باچھین کھل گئیں لپک کے زید کے چٹے
 میں گئے۔ اُن کا درباری لباس زیب بدن کیا۔ عطر خوب فیاضی سے سر سے
 پاؤں تک لگایا۔ وہ قیمتی زین کھوڑے پر کھڑا۔ اور اُس بے مثل کھوڑے
 پر سوار ہو کے بڑی آن بان اور کدو فرسے اُن لڑکیوں کے ساتھ روانہ

وہاں پہنچ کے دن بھر بنی عامر کے خیموں میں رہے۔ خوب لطف صحبت اٹھایا
سادہ دل نبات بادیر نے خوب مہمان داری کی۔ اور ایسے مزے میں گزری کہ
باتوں ہی باتوں میں عصر کا وقت آگیا۔ اُس وقت ناگمان قبیلے کے مردوں اور
شہسواروں کو آتے دیکھا اور گھبرا کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر
چلے ہی تھے کہ بنی عامر کے غول کے غول پاس سے گزرنے لگے ہر غول کا ڈنڈا
پاس آ کے پوچھتا "تم کون ہو؟" اور آپ ایک غور و خود داری کے چشمہ دابرو سے
کہہ دیتے "نزد بن عمرو بن عثمان بن عفان" جس جواب پر سب کو اطمینان ہو جاتا
اور آگے بڑھ جاتے۔ الغرض اس طرح جواب دیتے ہی انہیں شام ہو گئی۔ آفتاب
غروب ہو رہا تھا کہ سب کے بعد ایک نہایت ہی سن رسیدہ شہسوار آیا۔ جس کے چشم
دابرو سے بلا کا استقلال و تجربہ نمایان تھا۔ یہ بوڑھا شخص ایک دُبلے گھوڑے پر
سوار تھا۔ اُس نے بھی پاس آ کے پوچھا "تم کون ہو؟" اور آپ نے بلا تکلف کہہ دیا۔
"نزد بن عمرو بن عثمان بن عفان" یہ سن کے بڑھے نے دامن ہاتھ پیشانی پر رکھا۔
اور انہیں کچھ ایسی غضب کی تیز اور تہ تک پہنچ جانے والی نگاہ سے گھورا
اور ادھر ادھر مڑ مڑ کر اُن کے چہرے کا مطالعہ کیا کہ آپ کے ہوش و حواس جا
نہ رہے۔ دل پر ایسا رعب بیٹھ گیا کہ چار آنکھیں نہ کی جاسکیں۔ فوراً گھوڑے کو
ایڑتائی اور بدحواس بھاگے۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس بوڑھے کی
زبان سے یہ جملہ نکلا کہ "خدا کی قسم تیریش کا چہرہ نہیں۔ اس پر تو غلامی کے آثار
نظر آ رہے ہیں" اتنا کہتے میں اُس نے اپنا تیرکمان سے جوڑا جو ایسی کامل قادر
اندازی اور ایسی مضبوط چٹکی سے چلا تھا کہ شعب کے پیچھے زین پر بیٹا اور اسے
توڑ کے آپ کے سر میں پھونست ہو گیا۔ مگر یہ اس طرح جان پر کھیل کے بھاگے
تھے کہ خون بہتا رہا اور بھاگتے ہی چلے گئے۔ آخر آ کے اپنے آقا کے خیمے میں دم لیا۔

ہیان پہونچ کے گھوڑے سے تیز نکالا جو سرن میں پیوست تھا۔ اور یہ دیکھ کے اور
گھبرائے کہ زین ٹوٹ گیا، حملہ پھٹ گیا اور خون آلود ہے۔ اور گھوڑا معمول سے زیادہ
تھکا ہوا ہے۔ پریشان ہوئے کہ زید کو کیا جواب دین گے۔ مجبوراً حملہ دھوکے پھیلا
دیا۔ اور غصے میں جا کے پڑ رہے۔ صبح ترکے ہنوز اندھیرا ہی تھا کہ نہ یاد آئے۔ اور
اپنے لباس کو غارت زین کو شکستہ اور گھوڑے کو تھکا دیکھ کے حیرت میں تھے
کہ عطر کی لپٹیں آئین۔ اشعب سے سبب پوچھا۔ بیچارے کیا کرتے؟ بلا کم و کاست سارا
اجرا بیان کر دیا۔ اور عذر خواہی کی زید کو یہ سن کے اپنے نقصان پر نہایت ہی
افسوس ہوا۔ اور اس واقعے پر کسی قدر ہنسی بھی آئی۔ مگر خاموش ہو رہے تاہم ناراض
ہوئے اتنا ضرور کہا، "کاش تم نے ان چیزوں کے خراب کرنے ہی پر کفایت کی ہوتی
میرا نام تو قبائل عرب میں نہ بدنام کرتے؟" اس کے بعد انھوں نے ایک لفظ بھی
نہ کہا اور مدینے کو روانہ ہوئے۔

مدینے میں پہونچ کے زید جناب سکینہ کے سامنے گئے آپ نے راستے کا
حال پوچھا اور دریافت کیا کہ "عرج میں تو نہیں گئے تھے؟" زید نے کہا "یہ آپ مجھ سے
نہ پوچھیے۔ اسی اشعب سے پوچھیے جسے آپ نے مجھ پر سزا دل مقرر کیا تھا اور جس کا آپ
کو اعتبار ہے؟" آپ نے اشعب کو بلا کے دریافت کیا۔ اشعب نے حسب وعدہ بلا تامل
حتم کھا کے کہہ دیا کہ ہر جگہ میں اُن کی گزرائی کرتا رہا۔ اور کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف
نہیں ہوا۔ یہ عرج میں نہیں جانے پائے؟" اشعب کے قسم کھاتے ہی زید اٹھ کھڑے
ہوئے اور کہا "یا نبست رسول اللہ اب کا غلام جھوٹا ہے۔ میں عرج میں گیا ایک
دن اور ایک رات رہا۔ مگر آپ کے سامنے اب معافی کا خواستگار ہوں۔ اور عہد
کرتا ہوں کہ پھر کبھی ان لونڈیوں کی طرف توجہ نہ کروں گا۔ بلکہ حکم دیے دیتا ہوں
کہ وہ سب لونڈیاں آپ کی خدمت میں پہونچادی جائیں آپ کو اختیار ہوگا۔"

کہ چاہیے اُن کو رکھیے اور چاہیے بیچ ڈالے۔ اس کے بعد سفر کی ساری سرگزشت بیان کی اور کہا اس غلام کو ضرور سزا ہوتی چاہیے۔

جناب سکینہ نے فوراً وہ چار سودینار اشعب سے واپس لے اور اُن میں تین سودینار کا چوپینہ منگوا کے بڑھیوں کو بلوایا۔ اور ایک پست اور بڑا دربان بٹوایا۔ اُن باقی ماندہ سودیناروں میں سے کچھ تو بڑھیوں کی مزدوری میں صرف کیے اور باقی کی سوکھی گھانسن منگوا کے اُس ڈربے میں بچھوائی۔ اُس پر بہت سے مرغی کے انڈے رکھ دیے اور اشعب کو اُس میں بند کر کے حکم دیا کہ تمھاری سزا یہی ہے کہ اُن انڈوں کو بیٹھ کے سیو جب تک بچے نہ نکل آئیں گے تم کو آزادی نہ نصیب ہوگی! اشعب نے چار ونا چار اُن انڈوں کو سینا شروع کیا۔ آخر ۲۵-۳۰ روز میں بچے نکلے جو جناب سکینہ کے گھر میں پل کے بڑے ہوئے۔ ان بچوں کو جناب سکینہ "بنات اشعب" (یعنی اشعب کی بیٹیاں) کہا کرتی تھیں۔ ان بچوں کی نسل مدینے میں پھیلی۔ اور اس وقت تک بہت سے گھروں میں موجود ہیں۔ اور آج تک بنات اشعب کہلاتی ہیں جن کا شمار ہزاروں کو پہونچا ہوا ہے۔ اور سب میرے بھائی بند ہیں۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ مدینے میں شاید وادہ ہی کوئی گھر ہوگا جس میں میرے عزیز و اقارب نہ موجود ہوں۔

جناب سکینہ کا عقد نیک کے ساتھ ابتداءً تو بہت ہی مبارک نظر آتا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا قصے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نیک نے ابتدا میں اسی اطاعت و فرمان برداری ظاہر کی جس سے زیادہ امکان سے باہر تھی! اور ہماری زندہ دل سیدزادی کو بھی کوئی شکایت کا موقع نہ ملا۔ کبھی کوئی ایسا معاملہ نہیں پیش آیا کہ جناب سکینہ نے کسی امر کی خواہش کی ہو اور نیک کی طرف سے عذر ہوا ہو لیکن آخر کب تک؟ ایسی ناز آفرینی ناز برداری زندگی بھر نہ بنھ سکتی تھی آخر ہوتے ہوتے یہ نوبت پہونچی کہ نیک تو ناز برداری سے تھک گئے! اور جناب سکینہ کی ناز آفرینیان بدستور جاری تھیں اور لطف یہ کہ نیک اپنی لاڈلی

اور حور خصال بی بی سے ڈرتے بھی بہت تھے۔ یہ بھی مجال نہ تھی کہ بات کو کچھ دیکھیں
یا بالمشافہہ کسی حکم سے انکار کریں۔ الغرض نتیجہ یہ ہوا کہ بی بی سے تنگ آکے بے کچھ کے سنے
مدینہ طیبہ کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے مقطعہ میں جا کے بیٹھ رہے۔ وہاں پھر چند خوبصورت
لوندیاں فراہم کر لیں۔ اور ان کی صحبت میں دل کی کلفت مٹانے لگے۔

اُن دنوں عمرو بن عبدالعزیز جو بعد کو خلیفہ کا سب سے زیادہ بیک نفس خلیفہ
ثابت ہوا دالی مدینہ تھا۔ جناب سکینہ نے جب دیکھا کہ سات مہینے ہو گئے۔ اور زید خیر
نہیں لیتے تو اُس کے پاس جا کے زید کی شکایت کی اور فرمایا کہ زید نے نکاح میں شہر
کی تھی کہ اگر کسی اور عورت کو اٹھ لگائیں یا اپنی کسی چیز پر مجھے تصرف کرنے سے باز رکھیں
یا کسی سفر سے مجھے منع کریں تو میں آزاد ہوں۔ اور یہی آپ چاہتی تھیں کہ زید سے مفارقت
ہو جائے۔ اور کسی اور شریف عرب سے نکاح کر لیں۔ عمرو بن عبدالعزیز نے زید کو حاکم
کا حکم دیا۔ اور ابن حزم کو حکم دیا کہ اس مقدمے کا فیصلہ کر دے۔

جس روایت سے کہ اس مقدمے کا مفصل حال ہم تک پہنچا جو وہ دلچسپ
اور پبلک میں پیش کرنے کے قابل ہے۔ اس لیے کہ اُس سے جناب سکینہ کے جبری
اور بے خوف ہونے کے علاوہ یہ بھی نظر آتا ہے کہ اُس عہد میں مقدمات کس طرح
حاکم کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اور اجلاس کی کیا شان رہتی تھی۔ ابو بکر بن عبداللہ
کا بیان ہے کہ عمرو بن عبدالعزیز نے مجھے اور محمد بن معقل بن شان شجعی کو بھیجا کہ ہم
دونوں جا کے روداد مقدمہ کی گرائی کریں چنانچہ ہم پہنچے اور زید ابن حزم کے پاس
جا کے بیٹھے۔ اور اُس کے قریب ہی ایک حجرے میں ابن حزم کی بی بی فاطمہ تھی۔ ہمارے
جانے کے تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ جناب سکینہ تشریف لائیں۔ ابن حزم نے حکم
دیا کہ آپ اندر یعنی اجلاس میں تنہا تشریف لائیں۔ مگر ہماری وضع اور بہادر
سید زادی نے قطعاً انکار کیا۔ اور فرمایا میں اپنی لوندیوں سے جدا ہو سکتی ہوں

اور نہ میری لونڈیاں مجھ سے جدا ہو سکتی ہیں ابن حزم نے مجبوراً اجازت دی اور آپ اپنی خادماؤں کے چھڑٹ میں اندر تشریف لائیں اندر آتے ہی آپ نے ایک لونڈی کو اشارہ کیا اُس نے فوراً بڑھ کے فرش بچھا دیا جسے ساتھ لائی تھی اور آپ نہایت ہی شان و کمالت سے اُس پر بیٹھ گئیں آپ کے آتے ہی چارے زید کی یہ حالت ہوئی کہ ساعت بسات زیادہ دیکھتے جاتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ تخت کے نیچے گھس جائیں گے۔

مقدمے کی ابتدا یوں ہوئی کہ ابن حزم نے جناب سکینہ کی طرف دیکھ کے کہا: اے حسین! یہ بیٹی اس حد بل شانہ پسند کرتا ہے کہ ہر امر میں اعتدال سے کام لیا جائے۔ آپ نے جواب دیا: اور تم نے میری کون سی بات اعتدال سے باہر دکھی ہے؟ تمھاری تو وہی مثل ہوئی کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں سمجھائی دیتا۔

ابن حزم نے بڑھ کے کہا: کیا کہوں تم عورت ہو مرد ہوتا تو اپنی سطوت دکھاتا۔ جناب سکینہ نے برا فردختہ ہو کے فرمایا: کم سخت مجھے دھمکا تا کیا ہے؟ اور اس کے بعد آپ نے اُسے بہت کچھ سخت سُست کہا۔ اور ابن حزم بھی برہمی سے جواب دینے لگا۔

ابن ابی الجهم عدویٰ روایت فرماتا ہے کہ وہ دیکھ رہا تھا جب بیان تک نوبت پہنچی تو اُس نے ابن حزم کو روک کر کہا: تم کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ اور اُس نے پھرنے سے باز آؤ۔ ابن ابی الجهم کا یہ ریاکار سُن کے جناب سکینہ نے اُسے کسی قدر تعجب سے دیکھا۔ اور پھر اپنی ایک لونڈی کی طرف متوجہ ہو کے دریافت فرمایا: یہ کون شخص ہے؟ اُس نے بتایا کہ: ابو بکر بن ابی الجهم اتنا معلوم ہوتے ہی آپ نے فرمایا۔

جس صحبت میں میری نسبت سخت کلمات استعمال کیے جاتے ہوں اُس میں تیرا موجود ہونا مجھے نہیں گوارا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی آپ بعض شرفائے قریش کو نام لے کر پکارنے لگے ابن ابی الجهم یہ سُن کے برہم ہوا۔ مگر کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ آپ نے پھر ابن حزم کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا: میرے اصحاب حیرہ زندہ موجود ہوتے تو اس بیوی

غلام کو دریدہ دہنی کرنے کی پوری سزا مل جاتی دشمن خدا مجھے تو کو ستا رہا اور خود
 نہیں کہہ سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود و نصاریٰ کو جلا وطن کیا تو یہ بھی انھیں
 کے دین کی پابندی میں ان کے ساتھ نکلا تھا، الغرض جب جناب سکینہ نے ایسی
 پتے کی باتیں کہیں اور اس جرأت و دلیری سے ادا کیں کہ ابن حزم خاموش
 ہو گیا تو آپ نے بھی اپنی زبان روک لی۔

اب ابن حزم نے زید کو مخاطب کیا۔ اور کہا تم ہی جناب سکینہ سے گفتگو کرو۔
 زید چارے پہلے ہی سے بے ہوش ہوئے تھے۔ بیچالے کے منہ سے آواز تک نہ نکلتی
 تھی۔ مگر جناب سکینہ نے اس کا چندان لحاظ بھی نہیں کیا۔ اور فرمانے لگیں: "زید یہ
 نہ سمجھو کہ میں تم کو پھر لجاؤں گی۔ کیا یہ سمجھے ہو کہ تم سات مہینے تک اپنی لونڈیوں
 میں رہو گے اور میں پھر چلی آؤں گی؟ قسم کھاتی ہوں کہ آج کے بعد پھر تم میری صورت
 بھی نہ دیکھ پاؤ گے۔" یہی الفاظ آپ بار بار فرماتی تھیں۔ دوسری طرف لطف یہ کہ ابن حزم
 دل ہی دل میں کہتا تھا۔ اس لیے کہ اُس کی بی بی فاطمہ جناب سکینہ کی تمام باتوں کو
 سن رہی تھی۔ بلکہ آپ کے ہر جملے پر عداوت کی ایسی حرکت کرتی کہ ابن حزم دل ہی دل میں اور
 شرمندہ ہو جاتا۔ وہ کسی طرح نہ چاہتا تھا کہ یہ باتیں اُسکی بی بی کے کان تک پہنچیں اور
 خاصہ اس لیے کہ جناب سکینہ نے اُس کا ذرا بھی دباؤ نہ مانا۔ اُس نے گستاخ ہونے
 کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آپ نے خوب خبر لی۔ آخر مگر کے اُس نے یہ فیصلہ کر دیا کہ "سکینہ کو
 اپنے دعوے یعنی زید کی عہد شکنی پر دلیل لانی چاہیے ورنہ زید سے قسم لی جائے۔"
 جناب سکینہ نے ابن حزم کے اس فیصلہ کی بھی پروا نہ کی۔ اور زید کی طرف دیکھ کے
 کہا: "اگر ابو عثمان (زید کی کنیت ہے) مجھے ایک نظر اور دیکھ لو۔ خدا کی قسم آج
 کے بعد پھر یہ دولت نہ نصیب ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ ابن حزم کے بنائے کچھ نہ بنی بہوت
 ہو کے رہ گیا۔ اور آپ اٹھی چلی آئیں۔"

یہ جہازوں کی رہائی تھی۔ اور عمر بن عبدالعزیز کا اس مقدمے میں اس قدر دل لگا ہوا تھا کہ بلوہ بن عبد اللہ جب مقدمے کے حالات بیان کرنے کے لیے آیا تو باہر ہی کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ ابو بکر کی زبان سے یہ حالات سُن کے اُس کو اس قدر ہنسی آئی کہ ہنستے ہنستے پیٹ پکڑ لیا۔

دوسرے دن صبح کو اُس نے زید کو بلوا کے حلف لی۔ اور جب اُنھوں نے قسم کھائی تو اُس نے حکم دیا کہ جناب سکینہ کو مفارقت نہیں حاصل ہو سکتی۔ اس کے بعد کسی تاریخی شہادت سے نہیں پتہ چلتا کہ آپ زید کے گھر میں رہیں یا نہیں۔ اُن سے رخصت ہوتے وقت آپ نے جو وعدہ کیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی اُس سے یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس عدالتی فیصلے سے زید کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے ہوں گے۔ عمر بن عبدالعزیز نے یہ بڑی بھاری غلطی کی تھی کہ قریش کے اعلیٰ سے اعلیٰ شرف کا ایک مقدمہ ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جس کو مدینہ میں کوئی خاندانی وقعت نہیں حاصل تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہزار مظلومیت اور ہزار بے کسی دے بسی ہو۔ مگر جناب سیدہ کی پوتی معمولی درجے کے نوخیز لوگوں کا ہرگز دباؤ نہ مان سکتی تھیں اس مقدمے میں ایسے لوگوں کو حکم مانجھ ہونا چاہیے تھا جو خاندانی حیثیت سے قریش و بنی ہاشم میں اعلیٰ وقعت رکھتے تھے۔ خود عمر بن عبدالعزیز متوجہ ہوتا تو کبھی اتنی بے لطفی نہ ہوتی۔ اور محض یہی سبب تھا کہ جناب سکینہ نہ حج ہی کو کچھ خطرے میں لائیں اور نہ اُن لوگوں کو جو رپورٹ کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے۔ اور آپ کا یہ خود داری کا غرور سراسر سبب تھا۔ زمانہ ہزار پلٹے کھائے یہ نہیں ممکن تھا کہ پیرزادیاں اپنے فخر کو بھول جائیں۔ ہمارا قیاس ہے کہ جناب سکینہ اس واقعے کے بعد سے پھر زید کے پاس نہیں گئیں اُن کو عدالت سے کامیابی حاصل ہوئی تھی مگر اس کامیابی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آخر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اُن کو اس دی کہ نکاح میں تم نے جو بشرطین

کی ہیں وہ تم سے کسی طرح نہ بچہ سکیں گی۔ بہتر ہو کہ سکینہ کو خود انھیں کی مرضی پر چھوڑ دو۔ اور طلاق دے کے خود ہی علیحدہ ہو جاؤ۔ کیا ضرور ہے کہ خواہ مخواہ کو تم بھی پریشان ہو۔ اور ان کو بھی پریشان کرو۔ یہ خلیفہ کی رائے تھی جو دراصل حکم کا اثر رکھتی تھی۔ چنانچہ زید نے بلا تامل طلاق دیدی۔

زید کا جناب سکینہ کے بطن سے ایک صاحبزادہ بھی پیدا ہوا جس کا نام عثمان رکھا گیا۔ اور اسی صاحبزادے کے اعتبار سے زید کی کنیت ابو عثمان مشہور ہوئی عثمان بن زید مدینہ میں قرین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مگر انھوں ان کے زیادہ حالات نہیں معلوم ہو سکے۔

جناب سکینہ کا ایک عقد اصبع بن عبدالعزیز بن مروان یعنی عمر بن عبدالعزیز کے بھائی اور عبدالملک بن مروان کے بھتیجے سے بھی ہوا تھا۔ بعض راوی اس عقد کو بعد از بعض زید کے نکاح سے پہلے بتاتے ہیں صحیح ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقد زید سے پہلے ہوا تھا۔ اس لیے کہ زید کے نکاح کا زمانہ سلیمان بن عبدالملک کی خلافت میں تھا اور اصبع سے آپ کا عقد خود عبدالملک کے زمانے میں ہوا۔ جبکہ اصبع والی مصر تھا غالباً یہ نکاح وکالت اس طریقے سے ہوا کہ اصبع مصری میں رہا۔ اور آپ مدینہ میں بعد نکاح آپ نے لکھا کہ سرزمین مصر طوبیٰ ہے اگر اصبع کا شوق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ دار السلطنت مصر سے فاصلے پر ایک نیا شہر آباد کر کے خود اپنے نام پر اس کا نام اصبع رکھا۔ اور جناب سکینہ کو وہاں بولایا۔ اور وہ تو آپ اس کے حسب الطلب مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئیں اور مصر لوگوں نے عبدالملک بن مروان کو اس عقد کی خبر ہو چائی عبدالملک کو بھتیجے کی اس خوش قسمتی پر حسد معلوم ہوا۔ اور جبل کے اصبع کو کہلا بھیجا کہ یا تو سکینہ کو اپنے عقد میں رکھو یا مصر کے والی رہو۔ اس حکم کے پہنچنے ہی اصبع کو بڑا صدمہ ہوا۔ کیا کرتا؟

حکم حاکم مرگ مفاجات بچا رہے نے قبل اس کے کہ آپ کے جلال جہان آرا کی نرسا بھی کر کے طلاق نامہ لکھ کے بھیج دیا۔ اور خباب سکینہؑ اسے ہی میں یقین کہ یہ خط بڑا جس کے پڑھتے ہی آپ پلٹ پڑیں! اور شکستہ خاطر کے ساتھ مدینہ میں واپس آئیں اگرچہ یہ نکاح محض براء نام تھا مگر آپ کو ۲۰ ہزار اشرفیان مہر میں ملے۔ آپ کے ان جملہ عقدوں پر اکثر ادا یوں کا اتفاق ہے۔ مگر ان اس میں بڑا اختلاف ہے کہ کون عقد پہلے ہوا تھا اور کون بعد جس کا تصفیہ امکان سے باہر نظر آتا ہے۔

ہم ابتدا ہی میں بیان کر چکے ہیں کہ آپ کو فنون لطیفہ کی طرف خاص توجہ تھی! اور دنیا کے جائز لطفون کو چھوڑنا ناجائز اور ان سے نفع اٹھانے کو آپ خدا کی شکر گزاری خیال فرماتی تھیں! اور بے شک یہ آپ کا سچا اجتہاد تھا۔ عالم خیال میں صرف یہی رحمت و بہمت ہے جس کے اعتبار سے اسلام کو دیگر ادیان پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔ اور ان سب باتوں کا اصلی سبب یہی تھا کہ خدا نے آپ کو ذوق بہت صحیح دیا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ سفر میں تھیں اور اپنی محل میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ کسی حدی خوان کے گانے کی آواز آئی: "لولا ملت ہن عیش الدہر" (ہے تین چیزیں نہ ہوتیں تو کیا ہوتا جن سے ساری دنیا کامزہ ہے) یہ مصرع سنتے ہی آپ کو جستجو ہوئی کہ اس ظالم نے وہ کون سی تین چیزیں منتخب کی ہیں۔ شتر بان کو حکم دیا کہ اپنا اونٹ اس حدی خوان کے قریب چلے گا اس نے ہزار کوشش کی نہ پاسکا۔ تب آپ نے اپنے غلام کو بھیجا کہ جائے تو یہ کن چیزوں کا نام لےتا ہے۔ غلام نے تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کے دوسرا مصرع بتایا: "الماء والنوم دام عمرو" (پانی۔ اور نیند دام عمرو جو غالباً اس کی معشوقہ کا نام ہے) یہ سن کے آپ بولیں: "خدا اسے غارت کرے کہ آج

رات کو مجھے اس نے تھکا دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے خیالات کو اس مصرع اور اس معنی کے حل کرنے میں اس قدر اہمک تھا کہ اطمینان ہونے کے بعد آپ کو تھکن معلوم ہوئی جس سے زیادہ ثبوت ذوق صحیح کا کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہ اس ذوق ہی کی برکت تھی کہ اپنے غلام اشعب سے آپ اکثر مذاق کے چلے فرما دیا کرتی تھیں۔ اور وہ آخر میں گستاخ ہونے لگا تھا جس کی ایک دفعہ اُسے سزا

بھی خوب ملی۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ ابن سرج نے جو اُس عہد میں عرب کا بہت بڑا مشہور مغنی تھا کسی مرض میں مبتلا ہو کے قسم کھائی تھی کہ اب نہ گاؤں گا۔ اور خانہ کعبہ میں جا کے گوشہ گزین ہو گیا۔ چند روز بعد جب صحت حاصل ہوئی تو مدتیہ طیبہ میں آیا جہاں آپ تھیں یہاں اپنے بعض عزیزوں میں اُترا ہوا تھا۔ تمام مغنی اور شوقین

آ آ کے اصرار کرتے مگر وہ انکار ہی کیے جاتا تھا۔ آخر اُسے آئے ہوئے ایک سال

گزر گیا۔ اور واپسی کی تیاریاں ہو گئیں۔ حضرت سکینہ نے اس موقع پر اشعب

سے فرمایا: "ابن سرج مدینے میں ایک برس تک رہ کے جاتا ہے اور میں نے اُس

کی ایک چیز بھی نہیں سنی ایسی تدبیر کہ اُسے سنوں" اشعب نے جواب دیا: "ہوی

وہ قسم کھا چکا ہے۔ بھلا میری کیا سُنے گا؟" اور اس کے بعد کوئی ایسا جملہ مذاق کا

کہا کہ آپ نے اپنی لونڈیوں سے اُسے خوب پتوایا۔ سریر لڑکیاں جب خوب مرمت

کر چکیں تو گھسیٹتی ہوئی دروازے پر لے گئیں اور مکان سے نکال کے دروازہ

بند کر لیا۔ اشعب کو اس پٹنے سے ایک فقرہ سوچھ گیا۔ اسی حال سے خاکہ بین لٹھرا

اور پھٹے کپڑے پہنے ابن سرج کے پاس گیا۔ ابن سرج نے جب اس کی یہ حالت دیکھی

کہ منہ اور ڈاٹھ بھی خاک آلود ہے۔ ناک سے خون جاری ہے۔ جا بجا نیل پڑے ہوئے

ہیں۔ اور کپڑے پھٹے ہیں تو گھبرا کے پوچھا: "خیریت تو ہے؟" اشعب نے ساری

سرگزشت بیان کر دی۔ اور کہا کہ جناب مسکنہ میری مالک ہیں اور میں اُن کا

غلام ہوں۔ اگر تم چل کے کوئی چیز گادو تو مجھ سے خوش ہو جائیں گی۔
ابن سرج نے کہا: "یہ تو غیر ممکن ہے میں قسم کھا چکا ہوں" اشعب نے جب دیکھا
کہ کسی طرح نہیں آتا تو ایک بیچ ماری۔ اور اس زور سے کہ تمام اہل محلہ جاگ
پڑے۔ ابن سرج نے گھر کے کہا: "کم بخت یہ کیا ہے" اشعب نے کہا: "خوب یاد
رکھو کہ میں تم کو لے کے چلوں گا۔ ورنہ اب کی چیخا تو تمام اہل مدینہ ہین ہوں گے۔
اور میں سب سے کہہ دوں گا کہ ایک نوعمر شخص سے یہ بد فعلی کر رہا تھا میں نے
اُس لڑکے کو اس کے نیچے سے چھڑا دیا۔ تو میری یہ گت بنائی اور میری حالت اسی ہوئی
ابو کہ ممکن نہیں کہ کسی کو میرے کہنے کا یقین نہ آجائے۔"

الغرض ابن سرج مجبور ہو کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں ایک بار اور جان
بچانے کی کوشش کی مگر اشعب ڈرا دھمکا کے لے ہی گیا۔ حضرت سکینہ کو جب
یہ حال معلوم ہوا۔ تو بہت خوش ہوئیں! اشعب کو انعام دیا۔ اور ابن سرج نے
لاکھ عذر کیا ایک نہ سنی۔ برابر تین دن تک اپنے مکان کے بیرونی حصے میں لکھ
کے اُسے سنا۔ پھر غزوة المیداء کو بھی بلا بھیجا۔ جو مدینے کی مشہور متغینہ تھی اور دونوں
کے کمالات کی قدر دانی کی۔ بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ اپنے سونے کے قیمتی بازو
جن میں سے ہر ایک چالیس شقال کا تھا۔ اُتار کے ایک ابن سرج کو دیا۔ اور دوسرے
عزہ کو اس کے علاوہ دونوں کو خلعت سے سرفراز کیا۔ تیسرے دن ابن سرج کو جانے
کی اجازت دی اور عزہ کو بھی رخصت کیا۔

اسی ذہن رسا اور طبیعت داری کی بدولت آپ مشہور و نامی شعرا کا مرجع
بن گئی تھیں۔ اور سب نے تسلیم کر لیا تھا تھا کہ سخن فہمی آپ کا حصہ ہے۔ ایک مرتبہ
آپ کی ضیافت میں اس عہد کے مسلم البشوت شعرا۔ جریر۔ فرزدق۔ کثیر۔ جمیل۔ اور
فضیل حاضر ہوئے چند روز کی امید داری اور باہر پرے رہنے کے بعد ایک دن

آپ پر دے میں بیٹھ گئیں۔ اور انھیں سامنے بلوایا۔ وہ حضورؐ کی بعد شعر خوانی کی اجازت کے منتظر تھے کہ ایک خوبصورت لونڈی پردے سے نکلی جو اشعار کی خوبیوں سے ماہر تھی۔ اور تاریخی حالات عرب پر نظر رکھتی تھی۔ اُس نے باہر تے ہی باری باری ایک ایک شاعر کو اپنے قریب بلایا۔ اُس کا کلام سنا بعض اشعار پر نکتہ چینی کی بعض کی داد دی۔ اور ایک ایک ہزار دینار کے رخصت کر دیا۔ ان میں سے صرف کثیر کے کلام کی آپ نے بہت داد دی۔ اور اُسے ایک ہزار کی جگہ انعام میں تین ہزار دینار دیے۔ اور رطف یہ کہ جمیل نے باوجودیکہ مدح اہل بیت میں بہت کچھ سنا یا تھا مگر لونڈی نے ایک ہزار دینار سے زیادہ نہیں دیے۔ اس مدح سرائی کے صلے میں صرف اتنا کہا کہ "یہی تھیں سلام کہتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ میں ہمیشہ تمہارے دیکھنے کی مشتاق رہی" اس سے صاف ظاہر ہے کہ کلام کی خوبی کے متعلق جو راسے آپ قائم کر چکے تھیں اُسے خوشامد و مدح سرائی بھی نہیں بدل سکتی تھی۔

شعراء عرب میں معمول تھا کہ ہر شاعر کا ایک راوی ہوا کرتا تھا جو اُسکے اشعار دنیا کے سامنے پیش کرتا اور شہرت کے دربار تک پہنچاتا۔ یا آج کل کی اصطلاح میں کہا جائے کہ وہ عمدہ شعرا یا مصنفین کے کلام کا پبلشر ہوا کرتا تھا۔ مدینے میں ایک مرتبہ جریرؓ کثیر نصیب۔ اور آخوص مستند شعراء عرب کے راوی جمع ہوئے۔ اور ان میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ کون شاعر اچھا اور زیادہ قابل تعریف ہے۔ ہر راوی اپنے شاعر کو بڑھاتا اور دوسروں کی بے وقعتی ثابت کرتا تھا۔ آخر سب نے بالاتفاق جناب سکینہ کو حکم قرار دیا۔ اور دروازے پر حاضر ہو کے باریابی کی اجازت چاہی آپ نے چاروں کو اندر بلوایا۔ اور جب وہ اپنی حاضری کی عرض

بیان کر چکے تو آپ نے ماہ النزاع شعر میں سے ہر ایک کا ایک شعر پڑھ کے اُس پر نکتہ چینی کی اور سب کے کلام پر اعتراض کر کے سب کو ناپسند کر دیا۔ مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جمیل کا ایک شعر پڑھ کے اُس کی قادر الکلامی اور اُس کے جذبات عشق کی داد دی تھی۔ وہ شعر یہ ہے۔

فیالیتنی اعلم اصم یقودنی
بثینۃ لا یخفی علی کلامہا

کاش کے اندھا اور ہر شخص مجھے ہاتھ پکڑ کے بٹینہ (مشتوقہ) کے پاس لیجاتا کہ اُس کی باتیں میں آزادی سے سن سکتا۔ یعنی لے جانے والا دیکھنے اور سننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوتا۔“

فرزدق ایک مرتبہ حج کو گیا۔ حج سے فراغت کر کے مدینہ آیا۔ اور حضرت سکینہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا سب سے اچھا شاعر کون ہے؟ فرزدق نے اپنا نام لیا۔ آپ نے فرمایا ”جھوٹا اور کسی شاعر کے چند شعر پڑھ کے فرمایا“ یہ اشعار تمہارے شعرون سے اچھے ہیں“ فرزدق نے عرض کیا ”میں ان سے اچھے شعر نہ سکتا ہوں“ مگر آپ نے سننے سے انکار کیا مجبوراً وہ اپنا سامنے لے کے چلا گیا۔ دو ایک روز بعد پھر حاضر ہوا۔ حضرت سکینہ نے پھر وہی سوال کیا اور اُس نے بھی اُسی طرح اپنا نام لیا۔ اور آپ نے پھر کسی اور کے شعرون کی تعریف کر کے اُسے ناکام و نامراد واپس روانہ کیا۔ تین چار روز بعد وہ پھر آیا۔ اور پھر وہی واقعات پیش آئے۔ آج بخلاف سابق حضرت سکینہ نے گرد بہت سی خوب صورت لڑکیاں کھڑی تھیں جن میں سے ایک کے حسن و جمال نے فرزدق کو مبہوت کر دیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ آج بھی بے نیل و مرام اور شکستہ دل ہو کے واپس جاتا ہوں

تو جان پر کھیل کے عرض کیا۔ "یا بنت رسول اللہ! آپ پر میرے بڑے حقوق ہیں۔ صرف آپ کے سلام کو گئے سے مدینے میں حاضر ہوا ہوں کیا اس کا انعام ہی ہے کہ ہر مرتبہ آپ میرا کلام سننے سے انکار فرمائیں؟ اور میں جھٹلا کے اور ذلیل کر کے نکالا جاؤں؟ حضور کے اس طرز عمل نے مجھے ایسا شکستہ دل کر دیا ہے کہ زیادہ زندگی کی امید نہیں۔ کیا عجب کہ مدینے کی شہر نپاہ سے نکلنے کے پشتر ہی مر جاؤں۔ اور اگر یہی مشیتِ ایزدی ہے تو میری وصیت ہے کہ (اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے جس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا تھا) اس لڑکی کے دامن میں دفن کیا جاؤں۔ اتنا سننے ہی حضرت سیکنہ بہت نہیں اور وہ لڑکی اُسی کو دیدی۔ اور فرمایا "فرزدوق! یاد رکھو کہ میں نے تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ اسے اچھی طرح رکھنا۔ فرزدوق! اُس کا دامن پرے ہوئے جب اٹھ کے چلا تو آپ کی اور نوڈیان دروازے تک دو نوڈن کے پیچھے پیچھے دفن بجاتی مونی لگیں۔ اور عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

آپ کی وفات کا واقعہ نہایت ہی عبرت خیز ہے۔ ساداتِ بنی ہاشم پر بنی اُمیہ نے بعض ایسے ایسے مظالم کیے ہیں کہ اُن کی ذواتِ ذلیلہ کی عداوت کا خیال کر کے مسلمان درکنار غیر مذہب والوں کو بھی حیرت ہو جاتی ہے۔ اور انہیں واقعات کا خیال کر کے معلوم ہو سکتا ہے کہ انتقام کے وقت بنی ہاشم کی طرف سے جو بے اعتدالیان ہوئیں وہ ایک صدی کی مسلسل توہینوں اور مظلومیوں کے مقابلے میں کچھ نہ تھیں۔ حضرت سیکنہ نے سخت گرمیوں کے موسم میں سفر آخرت کیا تھا۔ اُن دنوں عبدالملک بن مروان کا بیٹا خالد والی مدینہ تھا۔ جنازے کی نماز پڑھانا یا پڑھانے کی

اجازت دینا اُن دنوں والی شہر کے اختیار میں تھا۔ لہذا آپ کا جنازہ تیار کر کے صبح ہی کو اُس جگہ لاکے رکھ دیا گیا جہاں نماز پڑھائی جاتی تھی۔ اور خالد کو خبر کی گئی۔ اُس نے کہلا بھیجا: ابھی آنا ہوں، مگر ظہر کا وقت آگیا۔ اور وہ آگیا۔ پھر آدمی گیا۔ اُس نے کہا تم چلو میں ابھی آیا۔ مگر انتظار کرتے کرتے عشا کا وقت ہو گیا۔ اور وہ کسی طرح ابھی نہیں چکتا۔ اب لوگ اونگھنے لگے تھے۔ اور رینڈ کے مادے پر نشان ہو رہے تھے۔ مجبوراً اُنھوں نے مختلف جماعتوں میں نماز جنازہ ادا کرنا شروع کر دی۔ اہل مدینہ جو جوق جوق آتے تھے اور نماز پڑھ کے واپس جاتے تھے۔ ایسے گرم موسم میں اور اتنی دیر تک رکھے رہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاش متعفن ہونے لگی۔ یہ حالت دیکھ کے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خوشبو کا سامان کیا۔ چار سو دینار کا عود منگوا کے جنازے کے گرد لگیمین میں سلگا دیا گیا۔ اب بھی جنازہ خالد کے انتظار میں رات بھر کھارہا۔ سارا عود جل گیا۔ اور وہ کسی طرح نہیں آچکتا۔ صبح کو جب پھر اُس کے پاس آدمی گیا تو کہلا بھیجا: میں تو نہیں آسکتا۔ نماز پڑھ کے دفن کر دو۔ تب شبیب بن نطاح نے نماز پڑھائی۔ اور آپ کا جسد مبارک آغوشِ لحد کے سپرد کیا۔

تمام شد

کتاب ہذا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب چھاپے کا قصد

نہ فرمائیں۔

رج الحقیٰ بنجر دگلدار

دگدگان!

مولانا شہر کا مشہور ادیبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریدار دن کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال باقی کے چندے اور محصولہ اک پودہ کی روحانہ کردیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصول اک عید و گلزار کا دی پی بندر کا اور ناول کا دی پی اس کا محصول بڑھانے کے عہد کا بھیجا جاتا ہے۔ نمونہ کی قیمت رسالہ

نیچر و گلزار لکھنؤ

۱۰۰	خونیا قیمت	کتاب متفرق	علامہ شبلی نعمانی
۱۰۱	مغشوقہ معرب	خواجہ عشرت گدوی	الفاروق
۱۰۲	ششاق و زہرہ	شاعری کی پہلی کتاب	الغزالی
۱۰۳	ازم و بزم کمال	دوسری کتاب	سیرۃ النعمان
۱۰۴	دولت درانیہ	تیسری کتاب	سوانح مولانا اردو
۱۰۵	دیوان حسرت	زبان دانی	بیان خسرو
۱۰۶	نشیب و فزان	اصول اردو	موانع انیس و دسیر
۱۰۷	سیرۃ العباس	قواعد میر	مفتوی صبح امید
۱۰۸	مرد میدان کمال	جہان اردو	ادب نگاریا
۱۰۹	محجوس کنشت	اصلاح زبان اردو	حیات حافظ
۱۱۰	مخدرات تیمور	مولوی ظفر عمر صاحب	حیات سعدی
۱۱۱	نقاب حسن	بنی ہجرتی	مجموعہ نظم
۱۱۲	جمیلہ	ہرام شری مرقاری	حکیم محمد علی خان
۱۱۳	برقا	چورون کا کلب	لام پایا
۱۱۴	آبن طولون	مستقبل اسلام	عبرت کمال
۱۱۵	کامیابیت	متفرقات	حسن و سرور
۱۱۶	اتحق الذی	اردو اراج التبی	گولہ
۱۱۷	حاجی بغلول	اکبری یعنی قدیم دارالعلوم	نیل کا سانپ
۱۱۸	فی کمان	نشتہ	جعفر عباسی
۱۱۹	مرد میدان		اہام مصری
۱۲۰	نشیب و فزان		تقدیر
۱۲۱	روز المارٹ کمال		الہ
۱۲۲	بولوس		

تصانیف مولانا محمد عبد الحکیم صاحب شہرہ

تاریخ و سوانح بیان

جلید بغدادی - حضرت جنید کے حالات ۱۰
الوکر شیلی - حضرت اشعری کے حالات ۱۱
مالک شہید - عرب کے فتوحات سندھ کی
تحقیقات تاریخ - ۱۲

خواجہ معین الدین - حضرت خواجہ بھیرا کے حالات ۱۳

سکینہ بنت حنین - جناب سکینہ بنت امام حسین ۱۴

افسانہ قیس عبنون عامی کے حالات - ۱۵

حسن بن صہلح - ابانی فرقہ اطمینہ اسماعیلیہ ۱۶

قرۃ العین - ایک مجتہد زادی کے حالات ۱۷

شیرین ملکہ عجم - فرادوغش کی نامور مشقوتہ ۱۸

ملکہ لوتبہ - سلطنت کی ایک مہربان شہزادہ ۱۹

صقلیہ بن اسلام - ایک تحقیقات تاریخ ۲۰

ولادت تشریف عالم ترجمہ مولدین جونہی ۲۱

ناول

حوایہ حق - حضرت رسول اکرم کی سوانحی بطور ناول

جہاں دل - دوم جہاں کا دل ۱

ایک نئی سلطنت - ایک نئی تاریخ ۲

مفتوح قلب - ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول ۳

الفاتحہ - ایک عاشقانہ تاریخی واقعہ ۴

حسن کا ڈاکو - حرام پور کے نوآبادی کی سرگزشت کا دل ۵

اسلم دربار حرام پور - حرام پور کے باقی حالات و حصہ ۶

فتح اندلس - اسپین پر عربوں کا حملہ ۷

غیب ہوان دوہن - حیرت انگیز عجیبانی ۸

رومہ الکبریٰ - روم پر گاتھ لوگون کا حملہ ۹

فلستانہ - طرابلس پر صحابہ کا حملہ ۱۰

ماہ ملک - غوریوں کا مروجہ اور فتوحات ۱۱

لعبت چین - پہلی صدی ہجری کا دلچسپ تاریخی ناول ۱۲

امام عرب - جاہلیت عرب کی مکمل تصویر ہر دو جلد ۱

مقدس انارثین - ایک جھگڑا کو بیابان جانا ۲

قیس لبنانی - عہد صحابہ کا ایک سماجی عشق ۳

افغانستان کی شادی - ایک دلچسپ قصہ ۴

فردوس برہن - جیتے جی جنت کی سیر ۵

ظاہرہ - نون کا سب سے بچھا اور تازہ ناول ۶

متفرقات

الحکام القایمہ معرفت میں سید احمد قادیانی کی سنگا ۱

اسلام کا قانون وراثت - ۲

شب وصل - ۳

سفر نامہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ - ۴

سر سیدی دینی برکتین - ۵

نہ مانہ اور اسلام مولانا شریک شہید نظم - ۶

شب غم - ۷

اسیری یابل - ایک قابل دید و ڈراما - ۸

متفرقات مطبوعات دکنڈا پریس

مسلمان تاجداران ہند پر حصہ ۱

پاداش عمل ایک نہایت دلچسپ ناول موسوم "کتنے" ۲

کاترہ کمال پنج حصوں میں - ۳

اتالیق بی بی میان بی بی کی نوک جھونک ۴

مجدوب - ایک انگریزی ناول کا ترجمہ ۵

دکنڈا پریس کی مکمل جلدیں

جلد ۱ - ۱۹۹۹ء ۱

جلد ۲ - ۱۹۹۹ء ۲

جلد ۳ - ۱۹۹۹ء ۳

جلد ۴ - ۱۹۹۹ء ۴

جلد ۵ - ۱۹۹۹ء ۵

جلد ۶ - ۱۹۹۹ء ۶

جلد ۷ - ۱۹۹۹ء ۷

جلد ۸ - ۱۹۹۹ء ۸

حکیم محمد سراج الحق میجر دکنڈا از کٹرہ بن بیک خان کھنڈو